ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
www.tanzeem.org
27
3 تا 9 شعبان المعظم 1432ھ / 5 تا 11 جولائی 2011ء

صدائے توحید آزادی کا پیغام ہے

اسلام توحید کا پیغام لایا ہے، تاکہ اُس اقتدار کو واحد قرار دے جو انسانوں کو اپنے آگے جھکاتا ہے۔ اِس ایک اقتدارِ اعلیٰ کا عقیدہ مان کر وہ ایک دوسرے کی بندگی اور غلامی سے آزاد ہو جائیں۔ مختلف خداؤں اور ارباب کی بندگی سے خلاصی پا جائیں۔ اسلام اس لیے آیا تھا تاکہ انسانی ضمیر کو بت پرستی کے اوہام و خرافات سے آزاد کرے، عقل انسانی کو اس کی عزت واپس دلائے اور جھوٹے خداؤں کے جوئے سے اور ان کی پوجا پاٹ کی رسموں سے اس کو خلاصی دلائے۔ یہی سبب تھا کہ اُس نے بت پرستی کے خلاف چومکھی لڑائی لڑی۔ بت پرستی کی ہر شکل و صورت کے خلاف اعلانِ جنگ کیا۔ اس نے ہر گلی اور ہر موڑ میں جاہلیت اور وثنیت کا تعاقب کیا۔ ضمیر کی گہرائیوں میں بھی، عبادت کے رسوم و شعائر میں بھی، زندگی کے سارے طور طریقوں میں بھی اور حکومت و نظام کے ہر قانون و فیصلے میں بھی۔ اس کی جنگ ہمہ گیر ہے۔

تفسیر فی ظلال القرآن
سید قطب شہیدؒ

اس شمارے میں

امن چاہتے ہو تو جنگ کے لیے تیار رہو

انقلابی تربیت کا نبوی منہاج

دورِ جدید کے تین بت

تصادم کا آغاز انقلابی کرتے ہیں

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ: شخصیت اور طرزِ حکومت

کائنات کی سب سے بڑی سچائی

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

الھدیٰ (470)

سورۃ یونس

(آیات: 17، 18)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ ؕ اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَضُرُّھُمْ وَلَا یَنْفَعُھُمْ وَیَقُوْلُوْنَ ھٰۤؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰہِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰہَ بِمَا لَا یَعْلَمُ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ﴿۱۸﴾

’’تو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ افتراء کرے اور اس کی آیتوں کو جھٹلائے۔ بے شک گناہ گار فلاح نہیں پائیں گے۔ اور یہ (لوگ) اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں جو نہ اُن کا کچھ بگاڑ ہی سکتی ہیں اور نہ کچھ بھلا ہی کر سکتی ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہماری سفارش کرنے والے ہیں۔ کہہ دو کیا تم اللہ کو ایسی چیز بتاتے ہو جس کا وجود اُسے نہ آسمانوں میں معلوم ہوتا ہے اور نہ زمین میں؟ وہ پاک ہے اور (اُس کی شان) اُن کے شرک کرنے سے بہت بلند ہے۔‘‘

اُس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جس نے اللہ کی طرف جھوٹی بات منسوب کی۔ یعنی اگر یہ قرآن جو میرے پاس آ رہا ہے اللہ کی طرف سے نہیں اور میں خود سے گھڑ کر پیش کر رہا ہوں تو مجھ سے بڑھ کر ظالم کوئی نہیں۔ لیکن دوسری طرف اگر یہ واقعتاً اللہ کی آیات ہیں تو جو شخص اُن کو جھٹلا دے گا اس سے بڑا ظالم کوئی نہ ہوگا۔ یہ دونوں چیزیں واضح ہوگئیں۔ پس اب ہر شخص کو دیکھنا ہے کہ وہ کیا روش اختیار کر رہا ہے۔ یقیناً مجرم لوگ فلاح نہیں پایا کرتے۔

اب یہاں اہل مکہ کے عقیدے کی بات آ رہی ہے۔ اہل مکہ یہ نہیں کہتے تھے کہ ہمارے یہ بت کائنات کے پیدا کرنے والے ہیں۔ بالکل نہیں، بلکہ اُن کا عقیدہ تھا کہ کائنات اللہ نے بنائی ہے، مدبر بھی وہی ہے، البتہ ہمارے یہ تراشیدہ بت دیوی دیوتاؤں کے ہیں، جو اللہ کے لاڈلے اور چہیتے ہیں یا یہ اولیاء اللہ ہیں مقربین بارگاہ ہیں یا یہ اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ یہ اللہ کے ہاں ہماری سفارش کریں گے۔ تو اے پیغمبر! ان سے کہیے، کیا تم اللہ کو وہ شے بتانا چاہتے ہو جو وہ آسمانوں اور زمینوں میں نہیں جانتا؟ شفاعت کے بارے میں آیت الکرسی میں بات واضح ہو چکی۔ کیا کوئی شخص اللہ کے حضور کھڑے ہو کر اس طرح کی سفارش کر سکتا ہے کہ یا اللہ تعالیٰ تجھے معلوم نہیں، مگر میں جانتا ہوں کہ یہ آدمی بہت اچھا ہے، اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ان لوگوں کو فرما دیجئے کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو ایسی چیز بتانا چاہتے ہو جس کا وجود نہ اسے آسمانوں میں معلوم ہوتا ہے اور نہ زمین میں؟ دوسرا مفہوم یہ ہوگا کہ وہ ہستیاں جن کو تم ’’شفعاء‘‘ سمجھتے ہو وہ تو کچھ جانتی ہی نہیں ہیں کہ آسمان میں کیا ہے؟ زمین میں کیا ہے؟ کیا وہ اللہ کو بتائیں گے کہ اس کیس کے جو حقائق فائل پر نظر آ رہے ہیں وہ ذرا مختلف ہیں اور اصل حقائق کچھ اور ہیں جو ہم جانتے ہیں۔ کیا اللہ کے حضور ایسا ممکن ہے؟ وہ (اللہ) تو بہت پاک اور بلند و بالا ہے ان چیزوں سے جو وہ شرک کر رہے ہیں۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

تنگ دستوں سے درگزر کا اجر

عَنْ حُذَيْفَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَاتَ رَجُلٌ فَقِيْلَ لَهُ؟ قَالَ كُنْتُ أُبَايِعُ النَّاسَ فَأَتَجَوَّزُ عَنِ الْمُوْسِرِ وَأُخَفِّفُ عَنِ الْمُعْسِرِ فَغُفِرَ لَهُ)) (صحیح بخاری)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ’’ایک شخص مر گیا، تو اس سے پوچھا گیا تو کیا کہتا تھا؟ (یعنی تیرے پاس کوئی نیکی ہے) تو اس نے کہا: میں لوگوں سے خرید و فروخت کا معاملہ کرتا تھا، تو مالداروں کو مہلت دیتا تھا اور تنگ دستوں کو معاف کر دیتا تھا۔ چنانچہ وہ بخش دیا گیا۔‘‘

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ادار یہ

ایوب بیگ مرزا

امن چاہتے ہو تو جنگ کے لیے تیار رہو

اگرچہ زرد صحافت کی ہر قسم انتہائی گھٹیا ہے، لیکن اُس کا یہ پہلو حد درجہ نفرت انگیز ہے کہ اپنے نظریاتی مخالفین کے منہ میں کوئی بات ٹھونس دو یا اُن کے کسی فکر یا نظریہ کو مسخ کر کے پیش کرو، پھر اِدھر اُدھر سے اُس پر مزید ردّے چڑھاؤ، بعدازاں اُسے بنیاد بنا کر اُن کے خوب لتے لو اور چیخ چیخ کر دنیا کو بتاؤ کہ یہ لوگ (مخالفین) کس قدر احمقانہ، ضرر رساں بلکہ ہلاکت خیز خیالات کے حامل ہیں اور ملک و قوم کے کتنے بڑے دشمن ہیں۔ الیکٹرانک میڈیا میں یہ زرد صحافت بڑی رنگین اور خوشنما صورت اختیار کر چکی ہے۔ ہمارا لبرل دانشور اب اتنا زیادہ لبرل ہو چکا ہے کہ وہ جھوٹ، بہتان تراشی اور الفاظ کے ہیر پھیر کو جدید سوشل ٹیکنالوجی کی معراج سمجھتا ہے۔

ہم نے یہ تمہید اِس لیے باندھی ہے کہ جب کوئی حکومت اور فوج سے مطالبہ کرتا ہے کہ دہشت گردی کی جنگ سے الگ ہو جاؤ، امریکہ درحقیقت اس جنگ کی آڑ میں اسلام اور مسلمانوں کو تباہ کرنا چاہتا ہے، امریکہ پاکستان کو عدم استحکام کا شکار کر کے اور یہاں انارکی پیدا کر کے پاکستان کو ایٹمی صلاحیت سے محروم کرنا چاہتا ہے، امریکہ ڈرون حملوں سے پاکستان کی خودمختاری کو چیلنج کر رہا ہے اور معصوم لوگوں کا خون بہا رہا ہے لہٰذا امریکہ سے انہیں بند کرنے کا پرزور مطالبہ کیا جائے، علاوہ ازیں ملکی معاملات میں امریکی ڈکٹیشن کو قبول نہ کیا جائے، امریکی غلامی سے نجات حاصل کی جائے تو اس پر میڈیا پر قابض یہ عناصر آسمان سر پر اُٹھا لیتے ہیں کہ دیکھیں، یہ لوگ امریکہ سے جنگ کرنے کا کہہ رہے ہیں۔ کیا ہم امریکہ جیسی سپریم قوت سے جنگ کر سکتے ہیں۔ یہ لوگ پاکستان کو تباہ کروانا چاہتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا اپنے داخلی معاملات میں اپنے مفادات کا تحفظ کرتے ہوئے امریکی دباؤ کو قبول نہ کرنا امریکہ کو جنگ کا چیلنج دینا ہے؟ کیا اپنی آزادی اور خودمختاری کی حفاظت کرنا دوسروں کے خلاف اعلان جنگ ہے؟ کیا گن پوائنٹ پر صف اول کا اتحادی بننے سے انکار کرنا جنگ کرنے کے مترادف ہے؟ کیا وہ دوسرے ممالک جو نہ دہشت گردی کی جنگ میں امریکہ کے اتحادی بنے نہ وہ امریکی ڈکٹیشن قبول کرتے ہیں، امریکہ اُن سے جنگ کر رہا ہے؟ کیا امریکی غلامی اور امریکہ کے خلاف جنگ کے درمیان کوئی راستہ نہیں ہے؟ کیا امریکہ کو مؤدبانہ انداز میں ہی سہی یہ کہنا کہ ہم پرائی آگ میں مزید نہیں جل سکتے جنگ میں کودنا ہے؟ ہم جنگ کرنا نہیں چاہتے، لیکن جنگ سے بچنے کے لیے یا کسی قوت سے خوفزدہ ہو کر اپنی آزادی اور خودمختاری سے ہاتھ دھو بیٹھنا کہاں کی عقلمندی ہے۔ کسی دنیوی قوت سے چاہے وہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو خوفزدہ ہو کر اُسے اپنا آقا اور قسمت کا مالک سمجھ لینا، یہی نہیں بلکہ اُسے خوش کرنے کے لیے اپنے ہی بھائی بندوں کا خون بہانا اور خون بہانے میں مدد کرنا کہاں کی انسانیت ہے۔

سوال یہ ہے کہ طالبانِ افغانستان نے ہمارا کیا بگاڑا ہے۔ خود امریکہ افغانستان پر حملہ کرنے کا آج تک کوئی جواز پیش نہیں کر سکا۔ نائن الیون میں کیا افغانی ملوث تھے؟ کیا کسی عدالت یا امریکہ ہی کے بنائے ہوئے کسی تحقیقاتی کمیشن نے اُسامہ پر لگائے ہوئے الزام کو درست قرار دے کر اُسے مجرم قرار دیا ہے؟ اگر جواب نفی میں ہے، تو پھر ہم امریکہ کی اِس ناجائز، غیر منصفانہ اور بدنیتی پر مبنی جنگ میں اُس کے اتحادی کیوں بنے۔ کہا جاتا ہے کہ اقتدار پرست آمر صدر پرویز مشرف گن پوائنٹ پر امریکہ کا اتحادی نہ بنتا تو امریکہ پاکستان کا تورا بورا کر دیتا۔ کاش! کوئی سوچے، کوئی سمجھے کہ دس سال سے اتحادی بن کر جو ہمارا حشر ہوا ہے، جو تباہی و بربادی ہوئی ہے، امریکہ کو انکار کی صورت میں اِس سے زیادہ کیا ہو جاتا۔ آج قوم سسک سسک کر مر

تا خلافت کی بنا، دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

3 تا 9 شعبان المعظم 1432ھ — جلد 20
5 تا 11 جولائی 2011ء — شمارہ 27

بانی: **اقتدار احمد** مرحوم

مدیر مسئول: **حافظ عاکف سعید**

نائب مدیر: **محبوب الحق عاجز**

مجلس ادارت

ایوب بیگ مرزا — محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، **طابع**: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون: 36366638-36316638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org

مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان

انڈیا------------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)

ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

رہی ہے۔ جنگ نے ملک کو دیوالیہ کر دیا ہے۔ اندھیرے ہماری قسمت بن چکے ہیں۔ دنیا ہمیں ڈبل گیم اور منافقت کے طعنے دے رہی ہے۔ امریکہ اس حوالہ سے سب سے آگے ہے گویا ؏ لو وہ بھی کہہ رہے ہیں کہ بے ننگ و نام ہیں

ہم سابق جنرل حمید گل سے صدفی صد اتفاق کرتے ہیں کہ دہشت گردی بہانہ ہے، افغانستان ٹھکانہ ہے اور پاکستان نشانہ ہے (خصوصاً پاکستان کی ایٹمی صلاحیت)۔ ہم امریکہ کی راہ میں آنکھیں بچھانے والے نام نہاد لبرل اور سیکولر عناصر سے پوچھتے ہیں کہ اگر پاکستان ہی نشانہ ہے، اگر پاکستان کی ایٹمی صلاحیت تباہ کرنا مغرب کے ناجائز بچے اسرائیل کی زبردست خواہش بلکہ ضد ہے اور امریکہ جس کی شہ رگ بھی یہودی بنکار اور یہودی میڈیا کے قبضہ میں ہے، اگر یہودی ایجنڈے کی تکمیل کے لیے بھیڑیے کی صورت اختیار کر کے اسرائیل کے دباؤ یا اپنے مفادات کے تحت حیلوں بہانوں سے پاکستان پر جنگ مسلط کر رہا ہے تو کیا ہماری حکومت کی منت سماجت سے اور لبرل طبقے کی حد سے گزری ہوئی خوشامد سے وہ اسرائیل کا دباؤ رد کر دے گا یا اپنا مفاد تج کر دے گا۔ یہ تو خطرہ کو دیکھ کر کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لینے والا طرزِ عمل ہے۔ یہ طوفان سے خوفزدہ ہو کر شتر مرغ کی طرح ریت میں سر گھسانے والی بات ہے۔ لہٰذا جب امریکہ پاکستان پر حملہ ہی کر دے گا تو کیا پاکستان آگے سے گلدستے پیش کرے گا اور کیا گلدستے پیش کرنے سے پاکستان تباہی و بربادی سے بچ جائے گا۔

لبرل حضرات کو سمجھنا چاہیے کہ جب تک (یعنی کم از کم 2014ء تک) امریکی افواج افغانستان میں موجود ہیں، امریکہ پاکستان پر کبھی کھلم کھلا حملہ نہیں کرے گا۔ امریکہ اتنی بڑی تعداد میں اپنے فوجیوں کی زندگی کا کبھی رسک نہیں لے گا۔ وہ پاکستان کے حوالہ سے سلو پوازننگ (Slow poisoning) کا طریق کار جاری رکھے گا۔ مثلاً ڈرون حملے جاری رکھ کر قبائلیوں کو پاکستان اور افواجِ پاکستان کے خلاف اُکساتا رہے گا۔ را، موساد اور سی آئی اے کے ایجنٹوں کے ذریعے پاکستان میں دہشت گردی جاری رکھی جائے گی۔ گاہے بگاہے بھارت سے دھمکیاں دلوائی جائیں گی۔ پاکستان کی معیشت کو مفلوج کرنے کے لیے مختلف اقدامات کیے جائیں گے۔ ہماری رائے میں اس طرح سسک سسک کر مرنے کی بجائے امریکہ کو کہا جائے کہ پاکستان کے خلاف یہ کارروائیاں بند کرے، وگرنہ اُس کی افواج کو پاکستان کے ذریعے رسد فوری طور پر بند کر دی جائے گی۔ اگر وہ یہ کارروائیاں بند کر دے تب اُسے کوئی ٹائم فریم دینا چاہیے کہ وہ اتنی مدت میں کوئی متبادل انتظام کر لے۔ امریکہ کا طرزِ عمل شروع ہی سے یہ رہا ہے کہ جو اُس کے سامنے بھیگی بلی بنا امریکہ اُس پر حملہ آور ہوتا چلا گیا اور جس نے امریکہ کو آنکھیں دکھائیں امریکہ نے پسپائی اختیار کی۔ ہمارے سامنے ایران، شمالی کوریا اور کیوبا سمیت کئی مثالیں موجود ہے۔ بہر حال حکومتِ پاکستان، افواجِ پاکستان اور لبرل دانشور سن لیں جس قوم نے جنگ کے خوف سے پسپائی اختیار کی اُسے جنگ میں بھی شکست ہوتی ہے اور وہ بغیر جنگ کے بھی شکست کھا جاتی ہے۔ ہمارا طرزِ عمل یہ ہونا چاہیے کہ ایک طرف ہم جنگ کے لیے ہر وقت تیار رہیں اور دوسری طرف قیامِ امن کے لیے کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑیں۔ خوف اور پسپائی کی بنیاد پر بنائی گئی پالیسی تباہی و بربادی کی راہ پر ڈالتی ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے، امن چاہتے ہو تو جنگ کے لیے تیار رہو۔

بیابہ مجلس اسرار

انقلابی تربیت کا نبویؐ منہاج

انقلابی تربیت میں پہلی چیز یہ ہے کہ انقلابی فکر متحضر رہے۔ رسول اللہ ﷺ کے انقلابی فکر کا منبع و سرچشمہ قرآن تھا اور اس منہج پر اب جو بھی دعوت اٹھے گی اس کا منبع و سرچشمہ بھی یہی قرآن ہو گا کہ اسے پڑھتے رہو، تاکہ تمہارا فکر تازہ رہے۔ اس کے لئے اجتماعی مذاکرہ بھی کرو۔ مل کر بیٹھو اور قرآن پڑھو‘ سیکھو اور سکھاؤ۔ اسی سے تمہارا فکر تر و تازہ رہے گا۔

ثانیاً سمع و طاعت —— جس کا سب سے بڑا امتحان یہی تھا کہ چاہے تمہارے ٹکڑے کر دیئے جائیں، تم نے ہاتھ نہیں اٹھانا۔ دیکھئے، ایک شخص کو جب یہ معلوم ہو کہ یہ مجھے مار دیں گے تو وہ desperate ہو کر دو چار کو مار کر ہی مرے گا۔ بلی کو اگر آپ کارنر (Corner) کر لیں اور اسے اندازہ ہو جائے کہ اب میرے لئے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے تو وہ سیدھی آپ کی آنکھوں پر جھپٹے گی۔ لیکن یہاں اپنی مدافعت میں بھی ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں تھی۔ حضرت خبابؓ بن ارت کے سامنے دہکتے ہوئے انگارے بچھائے گئے‘ اور ان سے کہا گیا کہ کُرتا اُتار کر ان پر لیٹ جاؤ۔ آپؓ لیٹ گئے۔ پیٹھ کی کھال جلی‘ چربی پگھلی تو اس سے وہ انگارے ٹھنڈے ہوئے۔ جسے یہ نظر آ رہا ہو کہ یہ مجھے انگاروں پر بھوننے والے ہیں‘ زندہ کے کباب بنانے والے ہیں‘ وہ دو چار کو مار کر ہی مرتا ہے‘ یا کم از کم اِدھر اُدھر ہاتھ پاؤں مارنے کی کوئی کوشش کرتا ہے‘ لیکن یہاں اس کی اجازت نہیں تھی۔ میرے نزدیک سمع و طاعت کا اس سے بڑا کوئی مظہر ممکن ہی نہیں۔

ثالثاً —— اپنی جان‘ مال‘ تن‘ من‘ دھن‘ اولاد‘ غرض ہر شے اللہ کی راہ میں خرچ کر دو۔ ویسے تو دنیاوی انقلابات میں بھی لوگوں نے یہ سب کام کئے ہیں۔ کمیونسٹ انقلاب نہیں آ سکتا تھا جب تک کہ لوگ جانیں نہ دیتے اور لوگوں نے ساری سختیاں نہ جھیلی ہوتیں۔ لیکن مسلمان کے لئے اپنی جان اللہ کی راہ میں پیش کرنا اتنا آسان ہے کہ دوسروں کو اُس کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ اس کا ایمان آخرت پر ہے اور اُس کے نزدیک اصل زندگی آخرت کی ہے۔ لہٰذا وہ اگر اپنا سب کچھ اللہ کی خاطر لگا دے‘ کھپا دے تو اسے گھاٹا کس اعتبار سے ہے؟ وہ تو سوچتا ہے کہ مجھے آخرت میں اس کا کئی گنا مل جائے گا‘ سات سو گنا مل جائے گا‘ ہزار گنا مل جائے گا‘ تو اس معاملے میں میرا کوئی نقصان نہیں ہے۔

دورِ جدید کے تین بُت

ضمیر اختر خان

دورِ جدید کے تین بتوں کے تعارف سے پہلے زمانۂ قدیم (قبل از اسلام) کے تین بتوں کا تذکرہ ہو جائے۔ سورۃ النجم میں ان کا ذکر یوں کیا گیا ہے۔ فرمایا:

﴿اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى (19) وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى (20)﴾

"بھلا تم نے لات و عزیٰ کو دیکھا اور تیسرے منات کو (کہ یہ بت کہیں خدا ہو سکتے ہیں)۔"

اہل عرب نے اپنی جہالت کی وجہ سے یہ تین بت گھڑ کر پوجنے شروع کر دیے تھے۔ یوں تو مشرکین عرب کے بت جن کی وہ پرستش کرتے تھے بے شمار ہیں، مگر ان میں سے تین زیادہ مشہور ہیں، اور عرب کے بڑے بڑے قبائل ان کی عبادت پر لگے ہوئے تھے، لات، عزیٰ، منات۔ مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ "لات قبیلۂ ثقیف (اہل طائف) کا بت تھا، عزیٰ قریش کا اور منات بنی ہلال کا۔ ان بتوں کے مقامات پر مشرکین نے بڑے بڑے شاندار مکانات بنا رکھے تھے، جن کو کعبہ کی حیثیت دیتے تھے۔ فتح مکہ کے بعد رسول ﷺ نے ان سب کو منہدم کرا دیا۔" (معارف القرآن، ج 8، صفحہ 280)

مصر کے نامور مفسر سید قطب شہید ان بتوں کے بارے میں لکھتے ہیں: "لات ایک سفید پتھر تھا جس پر نقش و نگار تھے۔ طائف میں اس کے اوپر ایک مکان اور درگاہ بنی ہوئی تھی اور اس کے اوپر پجاری متعین تھے۔ اور عزیٰ ایک درخت تھا جس کے اوپر بھی ایک درگاہ بنی ہوئی تھی اور یہ نخلہ کے مقام پر تھی جو مکہ اور طائف کے درمیان ہے۔ قریش اس کی تعظیم کرتے تھے۔ احد کے دن ابوسفیان (آپؓ اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے) نے کہا تھا: لنا العزی ولا عزی لکم۔ "ہمارے لیے عزیٰ ہے اور تمہارے لیے کوئی عزیٰ نہیں۔" اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: انہیں یہ جواب دو:

((اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰى لَكُمْ))

"اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور تمہارا کوئی مولیٰ نہیں ہے۔"

مناۃ کا بت قدید میں تھا جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے۔ خزاعہ، اوس اور خزرج اس کی تعظیم کرتے تھے۔ یہ تینوں نام تین ملائکہ کے تھے، جنہیں عرب اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے اور اسی وجہ سے یہ ان کی عبادت کرتے تھے اور جس طرح اصول ہے کہ چلتے چلتے یہ تینوں بذات خود معبود ہو گئے اور عوام نے اللہ کو بھلا کر ان بتوں کو بذات خود مطلق سمجھ کر پوجنا شروع کر دیا"۔ (فی ظلال القرآن ج6، صفحہ 85)۔

آگے آیات 21، 22 میں ان مشرکین سے اللہ تعالیٰ طنزیہ انداز میں پوچھتے ہیں:

﴿اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ﴿٢١﴾ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ﴿٢٢﴾﴾ (النجم)

"تم اپنے لیے تو بیٹے پسند کرتے ہو اور اُس کے لیے بیٹیاں! یہ تو بڑی ہی بھونڈی تقسیم ہوئی!"

مطلب یہ ہے کہ اول تو اللہ سے بیٹے بیٹیاں منسوب کرنا ہی اس کی شان الوہیت کے بالکل منافی اور عقل و فطرت کے بالکل خلاف ہے، لیکن تم نے ستم پہ ستم یہ کیا ہے کہ اس سے منسوب وہ چیز کی ہے جس کو خود اپنے لیے شرم کی چیز خیال کرتے ہو! گویا اللہ کا مرتبہ تمہارے نزدیک تم سے بھی فروتر ہے۔

آیت 23 میں نہایت جامع اسلوب میں ان بتوں کی حقیقت واضح فرمائی کہ یہ محض تمہارے اور تمہارے باپ دادا کے رکھے ہوئے نام ہیں، جن کا کوئی مسمیٰ موجود نہیں ہے۔

﴿مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ط﴾

"ان کے حق میں اللہ نے کوئی دلیل نہیں اتاری (جو تم اپنی تائید میں پیش کر سکو)"

یہ ان تین بتوں کا ذکر تھا جو فترت وحی کے زمانہ میں اہل عرب نے ایجاد کر لیے تھے۔ جناب عیسیٰ علیہ السلام اور نبی اکرم ﷺ کی بعثت مبارکہ کے درمیان تقریباً چھ سو برس کا عرصہ وہ ہے جس میں کوئی نبی یا رسول نہیں آئے۔ اس دوران بنی اسرائیل کے دونوں گروہ (یہودی و نصرانی) اصل ہدایت جو انہیں موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کے ذریعہ ملی تھی، میں رد و بدل کر چکے تھے۔ توحید کی جگہ شرک نے لے لی تھی۔ ایسے میں عربوں کی جہالت کی وجہ سمجھ میں آتی ہے۔ انہوں نے جاہلیت کے جو طور طریقے اختیار کر لیے تھے ان سے بھی فطرت انسانی مناسبت نہیں رکھتی، مگر انسان غلط رسوم و رواج تسلسل سے اپنانے کے باعث اپنی فطرت کی آواز کو آہستہ آہستہ دبا دیتا ہے۔ نتیجتاً جو ناخوب ہوتا ہے وہی بتدریج خوب ہو جاتا ہے۔ اس وجہ سے جاہلیت قدیمہ کے دور میں عربوں نے دیگر بتوں کے علاوہ متذکرہ بالا تین بڑے بت بھی بنا لیے تھے، جو فتح مکہ تک پجتے رہے۔

عربوں کے یہ بت صرف عربوں تک محدود تھے مگر دور جدید کے جن تین بتوں کا تذکرہ ہم کرنے جا رہے ہیں وہ تو پوری دنیا میں غیر مسلموں کے علاوہ مسلمانوں کے ہاں بھی بڑے شوق سے پوجے جا رہے ہیں۔ اور ستم یہ ہے کہ یہ دین کامل کی موجودگی میں تراشے گئے ہیں۔ دین اسلام نبی ﷺ پر مکمل ہو گیا تھا۔ آپؐ کے بعد خلفائے راشدین نے اسے عملی طور پر زمین کے اوپر چلا کر دکھایا۔ خلافت راشدہ کے مثالی (Ideal) دور حکومت کے بعد بھی ایک عرصے تک اسلامی نظام حکومت پوری آب و تاب کے ساتھ دنیا میں اپنی بہاریں دکھاتا رہا۔ ساری انسانیت اس دین حق سے واقف ہے۔ اگرچہ دور ملوکیت میں اسلام کے رخ روشن پر پردے پڑ گئے تھے، جن کو ہٹا کر دنیا کو الٰہی نظام کی برکتوں سے نوازا جاتا، مگر برا ہو شیطان اور انسانوں میں سے اس کے ایجنٹوں کا کہ انہوں نے دنیا کو اسلام کے عادلانہ نظام سے محروم کر دیا۔ خاص طور پر وہ لوگ جنہوں نے یہ بت ایجاد کیے ہیں ان کے سامنے اسلام کی تابناک و روشن تاریخ تھی۔ روسو اور والٹیئر جو جمہوریت (Democracy) نامی بت کے تراشنے والے ہیں، کیا ان کے سامنے انسانیت کی فلاح و کامیابی کا ضامن دین اسلام عملاً نہ سہی نظری طور پر بھی نہیں تھا؟ بالکل تھا!

مگرانہوں نے تعصب، ضد، ہٹ دھرمی اور شیطانی منصوبے پر عمل کرتے ہوئے دین اسلام کو مسترد کر کے انسانیت کو جمہوریت کا تحفہ دیا جس میں بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے۔ کارل مارکس نے جب 'داس کیپیٹل' تصنیف کی تھی تو اس وقت اللہ کا آخری پیغام نوع انسانی کے نام دنیا میں محفوظ و موجود تھا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ کال مارکس جیسا ذہین وفطین شخص قرآن جیسی زندہ کتاب سے ناواقف ہوتا۔ وہ اس زندہ و پائندہ کتاب سے موروثی طور پر نفرت کرتا تھا۔ اس لیے اسلام کی چڑ میں وہ اس انتہا پر پہنچا کہ یہودی ہونے کے باوجود اس نے اللہ تعالیٰ کو اجتماعی زندگی سے نکال دیا اور عالم انسانیت کو لادینیت (Secularism) کا بت تھما دیا، جس کی پوجا اب پوری نوع انسانی کر رہی ہے۔ اسی کے جانشینوں نے انسانیت کو مزید تقسیم کرنے کے لیے ایک اور بت تیار کیا، جس کا بڑا پرکشش نام وطنی قومیت (Nationalism) ہے۔

جس جگہ سے لادینیت کی تحریک نے خدا کو بے دخل کیا تھا وہاں قوم پرستی نے قومیت کو لا بٹھایا ہے۔ اب ہر قوم کے لیے بلند ترین اخلاقی قدر اس کا قومی مفاد اور اس کے قومی حوصلے ہیں۔ "سب سے پہلے پاکستان" اسی بت کے مراسم عبودیت کے مظاہر میں سے ایک ہے

قارئین کرام! آپ کو جاہلیت جدیدہ کے تین بتوں (جمہوریت، لادینیت، قوم پرستی) سے متعارف کرانے کے لیے میں نے طویل تمہید باندھی۔ اب ذرا وضاحت کے ساتھ دور جدید کے ان تین بتوں کا تذکرہ ہوجائے۔

پہلے جمہوریت (Democracy) کو لیجیے، اس کا اصل الاصول عوامی حاکمیت کا تصور ہے۔ یہ نظام کہتا ہے کہ حاکمیت اللہ کی نہیں، عوام کی ہے۔ قانون سازی کا اختیار عوامی نمائندوں کو حاصل ہے۔ وہ جو چاہیں گے قانون بنائیں گے۔ انسانی حاکمیت کے تصور پر مبنی اس بت نے کوئی تین سو برس قبل جمہوریت کے نام سے اپنے سفر کا آغاز کیا تھا مگر اس کے ڈانڈے اسی کافرانہ شخصی بادشاہت کے ساتھ جا ملتے ہیں، جس میں فرد واحد یعنی اکیلا بادشاہ خدائی کا دعویدار ہوتا تھا۔ جمہوریت میں حاکمیت تمام عوام کو سونپ دی گئی، لہٰذا یہ وہی کافرانہ و مشرکانہ نظام اور وہی فرعونیت و نمرودیت ہے جو جدید شکل میں سامنے آئی ہے۔ بقول ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ "فرض کیجیے، فرعون کے سر پر ٹنوں گندگی رکھی ہوئی تھی اور وہ اکیلا ہی اسے اٹھائے ہوئے تھا، تو اب جمہوریت نے اس گندگی کو سب لوگوں میں تولہ تولہ ماشہ ماشہ بانٹ دیا کہ تم بھی حاکم، وہ بھی حاکم، یہ بھی حاکم، سب حاکم۔ گویا نجاست جوں کی توں باقی ہے، البتہ اسے فرد واحد کی بجائے کسی ملک کے تمام افراد پر تقسیم کردیا گیا ہے۔" (ماہنامہ میثاق، لاہور اگست 2009ء ص32)۔

جہاں تک دوسرے بت یعنی لادینیت (Secularism) کا تعلق ہے، یہ وہیں پر برگ وبار لاتا ہے جہاں پر جمہوریت کی دیوی قدم جما چکی ہو۔ یہ پھر آگے بڑھ کر دین کو اجتماعی معاملات سے بے دخل کرتا ہے۔ اس کے نزدیک مذہب کا ریاست سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مذہب انسان کا انفرادی معاملہ ہے۔ "مذہب ایک پرائیویٹ معاہدہ ہے خدا اور بندے کے درمیان" یہ مختصر سا فقرہ دراصل لادینیت کے بت کا "کلمہ" ہے۔ اس کی شرح یہ ہے کہ اگر کسی کا ضمیر یہ گواہی دیتا ہے کہ خدا ہے اور اس کی پرستش کرنی چاہیے تو وہ اپنی انفرادی زندگی میں بخوشی اپنے خدا کو پوجے، مگر دنیا اور اس کے معاملات سے خدا اور مذہب کا کوئی تعلق نہیں ہونا چاہیے۔ اس "کلمہ" کی بنیاد پر جس نظام زندگی کی عمارت اٹھی ہے اس میں انسان اور انسان کے تعلق اور انسان و دنیا کے تعلق کی تمام صورتیں خدا اور مذہب سے آزاد ہیں۔

اب آئیے، تیسرے بت کی طرف، جس کا طوطی ساری دنیا میں بول رہا ہے۔ یہ قوم پرستی (Nationalism) کا بت ہے۔ جس جگہ سے لادینیت کی تحریک نے خدا کو بے دخل کیا تھا وہاں قوم پرستی نے قومیت کو لا بٹھایا ہے۔ اب ہر قوم کے لیے بلند ترین اخلاقی قدر اس کا قومی مفاد اور اس کے قومی حوصلے (Aspirations) ہیں۔ "سب سے پہلے پاکستان" اسی بت کے مراسم عبودیت کے مظاہر میں سے ایک ہے۔ اس بت کی پوجا پاٹ کے لیے جو استھان درکار ہوتا ہے اسے وطن کا نام دیا گیا ہے۔ پھر اس کی باقاعدہ نماز پڑھی جاتی ہے جس میں عام لوگوں کے لیے صرف قیام ہوتا ہے مگر جو لوگ اس کے دفاع وحفاظت پر مامور ہوتے ہیں وہ اپنا حق نمک خواری ادا کرنے کے لیے پیشانی پر ہاتھ رکھ کر رفع ید کا مظاہرہ بھی کرتے ہیں۔ اس کے نیکی و بدی کے اپنے پیمانے ہیں۔ یہاں نیکی وہ ہے جو قوم کے لیے مفید ہو، خواہ وہ جھوٹ ہو، بے ایمانی ہو، ظلم ہو یا اور کوئی ایسا فعل ہو جو پرانے مذہب واخلاق میں بدترین گناہ سمجھا جاتا تھا۔ اور بدی وہ ہے جس سے قوم کے مفاد کو نقصان پہنچے خواہ وہ سچائی ہو، انصاف ہو، وفائے عہد ہو، ادائے حق ہو یا اور کوئی ایسی چیز جسے کبھی فضائل اخلاق میں شمار کیا جاتا تھا۔ (تحریک اور کارکن از مولانا مودودیؒ ص21،22)۔

"جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے" کے مصداق اس وقت پورے عالم میں انہی بتوں کی کہیں دانستہ اور کہیں نادانستہ پوجا ہو رہی ہے۔ ہم نے کلمۂ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی بنیاد پر یہ ملک حاصل کیا تھا۔ خدا خدا کر کے عرصۂ دراز کے بعد جب اس کا دستور بنایا گیا اور اس میں کچھ اسلامی دفعات شامل کی گئیں اور ملک کا جب اسلامی نام رکھا گیا تو وہ "اسلامی جمہوریہ پاکستان" کہلایا۔ ہونا یہ چاہیے تھا کہ ہم خالص اسلامی نام "خلافت اسلامی پاکستان" رکھتے، جس سے معلوم ہوتا کہ ہم پاکستان میں رسول اللہ ﷺ کے عطا کردہ دین کے مطابق اپنی زندگی کا نقشہ ترتیب دیں گے۔ لیکن بتان وہم وگماں نے ہمیں اپنی اصل منزل سے دور کردیا اور آج بحیثیت مجموعی ہم دور جدید کے بتوں سے ہی امید لگائے بیٹھے ہیں کہ یہ ہمیں منزل مراد کو پہنچاہیں گے۔ اور تو اور ایرانیوں کو دیکھیے، ان پر بھی ان بتوں کا جادو چل گیا۔ انہوں نے خمینی کی قیادت میں ایران میں انقلاب برپا کیا مگر جب ملک کے نام کا مسئلہ طے کیا تو وہ "اسلامی جمہوری ایران" کہلایا۔ حالانکہ وہ اپنے عقائد کے مطابق ملک کا نام "امامت اسلامی ایران" رکھ سکتے تھے۔ ہم سے اور ایرانیوں سے تو افغانی بہتر ثابت ہوئے کہ انہیں جب اقتدار ملا تو انہوں نے اپنے ملک کا نام "امارت اسلامی افغانستان" رکھا۔ اسی وجہ سے عالم کفر جو دور جدید کے تینوں بتوں کا موجد و پرستار ہے وہ

افغانیوں پر چڑھ دوڑا کہ ع اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں۔

محترم قارئین! میں نے جمہوریت، لادینیت اور قوم پرستی کو جو بتوں سے تعبیر کیا ہے تو یہ میری اختراع یا شدت پسندی نہیں ہے بلکہ ان کو علامہ اقبال مرحوم ومغفور نے اپنے مخصوص انداز میں اس سے زیادہ وضاحت اور کسی قدر شدت کے ساتھ بت کہا ہے۔ مثلاً وطنی قومیت کے بارے میں فرماتے ہیں ۔

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے
نظارۂ دیرینہ زمانے کو دکھا دے
اے مصطفوی خاک میں اس بت کو ملا دے

یہ مضمون اقبال کے ہاں شرح وبسط سے بیان ہوا ہے۔ اقبال شناس اس سے بخوبی واقف ہیں۔ ان کی نظم ''ابلیس کی مجلس شوریٰ'' کا مرکزی موضوع ہی یہی ہے۔

ہم آخر میں اہل پاکستان سے بالخصوص اور عالم اسلام کے مسلمانوں سے بالعموم یہ گزارش کریں گے کہ جس طرح نبی ﷺ نے توحید کا نظام قائم کرنے کے لیے پہلے لات وعزیٰ ومناۃ سے مکہ مکرمہ کو پاک کیا تھا، بالکل اسی طرح ہمیں بھی آپؐ کے نقشِ پا کی پیروی کرتے ہوئے پہلے دورِ جدید کے بتوں سے نجات پانی ہوگی۔ جمہوریت کے مقابلے میں انسانوں کے اصل منصب خلافت کو عام کرنا ہوگا۔ مسلمانوں کی سیاست کا عنوان ہی خلافت کا قیام ہو۔ عوام کی حاکمیت کی بجائے اللہ کی حاکمیت کو اجاگر کرنا ہو۔ لادینیت کے مقابلے میں زندگی کے تمام شعبوں میں اللہ کے حکم کو بالا رکھنا ہو۔ معاش واقتصاد سے لے کر معاشرت وسماج تک، اور حکومت وریاست سے لے کر عدالت واخلاقیات تک ہر جگہ اللہ کا حکم کارفرما ہو۔ وطنی قومیت کی بجائے امت وملت کے تصورات کو پروان چڑھانا ہوگا۔ ع ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے۔ ہماری قومیت کی اساس اللہ و رسول ﷺ پر ایمان ہے۔ یہ تصور غیر مسلموں کی نیندیں حرام کرنے کے لیے کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دورِ حاضر کے شرک سے کماحقہ آگاہی نصیب فرمائے، اور ابراہیمی نظر سے نوازے جو کہ بڑی مشکل سے پیدا ہوتی ہے۔

نیوز آف دی ویک

خبر ''نواز شریف کی سوچ مولوی کی سوچ ہے۔''

آصف علی زرداری

تبصرہ: اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ پاکستان پیپلز پارٹی کی قیادت کو اپنے آخری وقت میں مولوی کیوں یاد آجاتا ہے۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے بانی چیئرمین جب کوٹ لکھپت جیل میں رہائش پذیر ہوئے تو شیو کرنے کے معاملے میں باقاعدگی ختم ہوگئی۔ موت کی سزا پر عملدرآمد ہونے سے ایک دن پہلے وہ آئینہ کے سامنے کھڑے ہوئے تو داڑھی کافی بڑھی ہوئی تھی۔ اپنے قیدی خادم سے کہا، میرا شیو کا سامان لاؤ I do not want to die a molivi's death۔ آخر پیپلز پارٹی کی قیادت یہ کیوں بھول جاتی ہے کہ مسلمان کی زندگی کا آغاز مولوی کی آذان اور اختتام مولوی کی پڑھائی ہوئی نماز سے ہوتا ہے۔ اور انسان کو اللہ نے اتنی ہی زندگی دی ہے جتنا اذان اور نماز میں وقفہ ہوتا ہے۔ ہم آصف علی زرداری کی خدمت میں عرض کرنا چاہتے ہیں کہ سوال مولوی یا غیر مولوی کا نہیں حقیقت یہ ہے کہ ہر انسان جب دنیا میں آتا ہے تو وہ رو رہا ہوتا ہے اور آس پاس کھڑے لوگ ہنس رہے ہوتے ہیں۔ ان میں سے کامیاب وہ انسان ہوتا ہے کہ جب وہ مر رہا ہو تو وہ ہنستا ہوا نظر آئے اور ایک دنیا رو رہی ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان اگر ظاہری اور باطنی دونوں لحاظ سے مولوی ہو تو وہ اس دنیا سے یوں خوش خوش جاتا ہے جیسے پردیسی برسوں بعد دیس کو لوٹے۔ ہم تو صدر زرداری سمیت تمام مسلمانوں کے لیے دعا کریں گے کہ اللہ انہیں مولوی کی سی زندگی اور مولوی کی سی موت دے۔ آمین!

النصر لیب
An ISO 9001:2008 QMS Certified Lab.

ایک ہی چھت کے نیچے معیاری ٹیسٹ، ڈیجیٹل ایکسرے، ای سی جی اور الٹراساؤنڈ کی جدید اقسام، کلر ڈاپلر، 4-D، T.V.S، ایکو کارڈیوگرافی، Lungs Function Tests اور Digital Dental (OPG) X-Ray کی سہولیات

ہیپاٹائٹس بی اور سی کے بڑھتے ہوئے امراض کے پیش نظر عوام الناس کے لیے کم قیمت میں ٹیسٹ کروانے کی سہولت

خواتین کے لیے لیڈی الٹراسونولوجسٹ کی سہولت مہیا کر دی گئی ہے۔

خصوصی پیشکش

مکمل ہیلتھ چیک اپ

الٹراساؤنڈ (پیٹ)، ایکسرے (چیسٹ) ای سی جی، ہیپاٹائٹس بی اور سی کے ٹیسٹ (Elisa Method)، مکمل بلڈ، اور مکمل یورن، بلڈ گروپ، بلڈ شوگر، جگر، گردے، دل اور جوڑوں سے متعلقہ متعدد بلڈ ٹیسٹ شامل ہیں۔

صرف -/3500 روپے میں

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔ ڈسکاؤنٹ کارڈ کا اطلاق خصوصی پیکج پر نہیں ہوگا۔

نوٹ: لیب اتوار اور عام تعطیلات پر کھلی رہتی ہے

950-B فیصل ٹاؤن، مولانا شوکت علی روڈ نزد راوی ریسٹورنٹ لاہور

Ph: 3 516 39 24, 3 517 00 77 Fax: 3 516 21 85
Mob:0300-8400944, 0301-8413933 E-mail:info@alnasarlab.com

تصادم کا آغاز انقلابی کرتے ہیں

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا فکر انگیز خطاب

ایک اور انتہائی باریک نکتہ یہ ہے کہ تصادم کا آغاز ہمیشہ انقلابی کرتے ہیں۔ دورِ نبوی میں بھی تصادم کی ابتدا کفار اور مشرکین نے نہیں کی بلکہ رسول اللہ ﷺ نے کی۔ انقلابی یہ کہتے ہیں کہ تمہارے خیالات غلط ہیں، تمہارے عقائد غلط ہیں، تمہارے نظریات غلط ہیں، تمہارا نظام غلط ہے۔ اس دعوت سے ساکن و جامد معاشرہ میں ارتعاش پیدا ہو جاتا ہے، جیسا کہ تالاب کے کھڑے پانی میں پتھر پھینکیں تو لہریں پیدا ہو جاتی ہیں۔ استحصالی معاشرہ جامد اور ساکن اس لیے ہوتا ہے کہ اس میں ظالم اور ڈاکو آپس میں مفاہمت کر لیتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے سے لڑتے نہیں۔ لہٰذا برے سے برا معاشرہ بھی پُرامن ہوتا ہے۔ مکہ کا معاشرہ بھی اس اعتبار سے پُرامن تھا۔ یہ کھڑے ہوئے پانی میں پہلا پتھر کس نے پھینکا؟ کس نے کہا کہ تمہارا نظام غلط ہے۔ تمہارے عقائد غلط ہیں۔ تمہارے الٰہ باطل ہیں۔ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، کس نے کہا کہ تمہارے سرمایہ دار غریبوں کو کھانا نہیں کھلاتے، یتیموں کو دھتکار دیتے ہیں۔ یہ سب اللہ کے رسول ﷺ نے کہا ہے۔ کیا مشرکین مکہ یہ نہیں جانتے تھے کہ اس دعوتِ حق کی زد کن پر پڑ رہی ہے۔ ظاہر ہے، مراعات یافتہ استحصالی طبقات ہی دعوتِ حق کی زد میں آ رہے تھے۔ نظامِ حق کے بالفعل قیام کے لیے اِن طبقات کی سرکوبی ناگزیر تھی۔ اسی لیے تو آپؐ کو تصادم کے مرحلہ سے گزرنا پڑا۔ اِسی مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے لوہا نازل فرمایا۔ میرے خیال میں قرآن میں اسلام کے انقلابی فلسفے کی عریاں ترین آیت سورۃ الحدید کی آیت 25 ہے جس میں اللہ نے فرمایا:

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ﴾

''ہم نے بھیج دیا اپنے رسولوں کو واضح نشانیوں کے ساتھ اور ان کے ساتھ کتاب بھی اتاری اور میزان بھی (شریعت و قانون بھی، عدل کا نظام بھی)''

اللہ نے یہ سب کیوں کیا؟ آگے اس کا جواب بھی دے دیا کہ

﴿لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ﴾

''تاکہ لوگ عدل پر قائم ہوں۔''

یعنی ظلم و استحصال کا خاتمہ ہو، ڈپریشن ختم ہو۔ یہ جو کسان پر ظلم ہو رہا ہے، مزدور کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے، یہ باقی نہ رہے۔

> استحصالی معاشرہ جامد و ساکن ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اس میں ڈاکو اور ظالم مفاہمت کر لیتے ہیں۔ حق کی دعوت اس معاشرے میں ارتعاش پیدا کر دیتی ہے

خواجہ از خونِ رگِ مزدور سازد لعلِ ناب
از جفائے دہ خدایاں کشتِ دہقاناں خراب
انقلاب، انقلاب، اے انقلاب

آگے فرمایا:

﴿وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ﴾

''اور ہم نے لوہا پیدا کیا۔ اس میں (اسلحہ جنگ کے لحاظ سے) خطرہ بھی شدید ہے اور لوگوں کے لیے فائدے بھی ہیں اور اس لئے کہ جو لوگ بن دیکھے اللہ اور اس کے پیغمبروں کی مدد کرتے ہیں اللہ ان کو معلوم کر لے۔''

اللہ نے لوہا اُتارا۔ اس میں جنگ کی صلاحیت ہے۔ اس سے تلوار اور ڈھال بنے گی، نیزہ بنے گا۔ اللہ دیکھنا چاہتا ہے کہ کون ہیں اس کے وہ وفادار بندے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مدد کرتے ہیں۔ یعنی لوہے کی طاقت سے دینِ حق کے مخالف بن کر سامنے آنے والوں کا سر کچلتے ہیں۔

غلبۂ دینِ حق کے لیے جہاد ایمان کا لازمی تقاضا ہے۔ سورۃ الصف میں جہاں نبی اکرم ﷺ کا مقصد بعثت اظہارِ دینِ حق کا ذکر ہے، اُس کے فوری بعد اہل ایمان سے یہ بھی فرما دیا کہ

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰي تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ⑩ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ﴾

''مومنو! میں تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں عذاب الیم سے مخلصی دے۔ (وہ یہ کہ) اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو۔''

گویا جہاد کے بغیر آخرت کے دردناک عذاب سے چھٹکارا ممکن نہیں ہے۔

آگے اسی سورت میں فرمایا کہ اللہ کے معاون و مددگار بنو:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ﴾

''مومنو! اللہ کے مددگار بن جاؤ جیسے عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے کہا کہ (بھلا) کون ہیں جو اللہ کی طرف (بلانے میں) میرے مددگار ہوں؟''

اللہ کے معاملے میں یہ معاونت کس کام میں درکار ہے۔ یہ معاونت اللہ کے دین کے غلبہ کی جدوجہد میں مطلوب ہے۔ اللہ کی مدد یہ ہے کہ اللہ کے جھنڈے کو کھڑا

کیا جائے، اللہ کے دین کو قائم کیا جائے۔

اسی سورۃ الصف میں وہ آیت بھی ہے جس میں صفیں باندھ کر قتال کا ذکر کیا گیا ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیۡنَ یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِہٖ صَفًّا کَاَنَّہُمۡ بُنۡیَانٌ مَّرۡصُوۡصٌ ④﴾ (الصف)

''جولوگ اللہ کی راہ میں (ایسے طور) پرے جما کر لڑتے ہیں کہ گویا سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں وہ بے شک اللہ کے محبوب ہیں۔''

دین یہ تقاضا نہیں کرتا کہ بس تزکیہ ہو، کرامات کا تذکرہ ہو، ضربیں لگائی جائیں، قصے کہانیاں سنائی جائیں بلکہ وہ یہ مطالبہ کرتا ہے کہ اگر فی الواقع مومن ہو تو پھر اللہ کے دین کے غلبہ کے لیے جہاد و قتال کے مرحلے بھی طے کرو، کہ یہ دین کا حصہ ہے۔

یہاں یہ بات بھی واضح کر دی جائے کہ مستشرقین نے اپنی کوتاہ نظری کے باعث رسول ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے مکی اور مدنی دور کے طرزِ عمل کو متضاد قرار دیا ہے۔ چنانچہ ٹائن بی (Toynbee) نے حضور ﷺ کے بارے میں ایک بڑا زہر بھرا جملہ کہا تھا:

"Muhammad failed as a prophet but succeeded as a statesman"

[یعنی (معاذ اللہ) محمد (ﷺ) نبی کی حیثیت سے تو ناکام ہو گئے، لیکن بحیثیت سیاست دان کامیاب ہوئے''۔]

دراصل آپؐ کی مکی زندگی میں دعوت و تربیت، تزکیہ اور صبر محض کا نقشہ تھا۔ اس کے نزدیک انبیاء کا کام یہی ہوتا ہے۔ یہی کام تین سال تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کیا۔ اس کا کہنا یہ ہے کہ محمد (ﷺ) جب مکے میں ناکام ہو گئے تو انہوں نے (معاذ اللہ) مدینہ کی طرف راہِ فرار اختیار کی۔ مستشرقین اپنی گھٹیا ذہنیت اور کوتاہ فہمی کے سبب ہجرت مدینہ کو "Flight to Madina" کہتے ہیں، حالانکہ یہ فرار نہیں تھا، بلکہ ایک متبادل مرکز (Alternate Base) کی طرف منتقلی تھی۔ اس سے پہلے آپؐ نے متبادل مرکز کی تلاش میں طائف کا سفر اختیار فرمایا تھا، لیکن مشیت ایزدی کچھ اور تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ متبادل مرکز مدینے کی شکل میں عطا کیا۔ مدینہ کی حیثیت انقلابی جدوجہد میں اقدام کے مرحلے کا آغاز کے لیے ایک Base کی تھی۔

> دین یہ تقاضا نہیں کرتا کہ بس تزکیہ ہو، کرامات کا تذکرہ ہو، ضربیں لگائی جائیں،
> قصے کہانیاں سنائی جائیں بلکہ وہ یہ مطالبہ کرتا ہے کہ اگر فی الواقع مومن ہو تو پھر
> اللہ کے دین کے غلبہ کے لیے جہاد و قتال کے مرحلے بھی طے کرو

برطانوی پروفیسر منٹگمری واٹ نے بھی، جسے ضیاء الحق مرحوم نے خاص طور پر پاکستان بلایا تھا، سیرت محمدی ﷺ پر دو کتابیں لکھیں:

1- Muhammad at Makkah

2- Muhammad at Madina

اس نے بھی ان دونوں کتابوں میں یہی بات کہی ہے کہ مکے والا محمد (ﷺ) کچھ اور ہے، مدینے والا کچھ اور۔ مکے والا محمد (ﷺ) تو داعی، مبلغ، مزکی اور درویش ہے اور اس کی سیرت میں واقعتاً نبیوں والا نقشہ نظر آتا ہے جبکہ مدینے والا محمد (ﷺ) تو ایک مدبر، منتظم، سٹیٹس مین، سیاست دان اور سپہ سالار ہے۔ اس کے نزدیک یہ دونوں شخصیتیں بالکل علیحدہ علیحدہ ہیں۔ منٹگمری واٹ نے "Muhammad at Madina" میں حضور ﷺ کے لیے مدح اور تعریف کے بہت ہی خوبصورت الفاظ کو جمع کیا ہے۔ آپؐ کی دوراندیشی، معاملہ فہمی، صورت حال کے صحیح ادراک اور صحیح اقدام کی صلاحیت، آپؐ کی انسان شناسی اور ہر انسان کی ذہنی سطح کا اندازہ کرتے ہوئے اس سے اس کی سطح پر بات کرنے اور اس کی صلاحیت و استعداد کے مطابق کام لینے جیسی تمام خصوصیات کا تذکرہ اس نے کھلے دل کے ساتھ کیا ہے۔ اس نے حضور ﷺ کی موقع شناسی، تدبر اور سیاست وغیرہ کے جتنے بھی اعلیٰ ترین اوصاف ہیں ان کا ذکر افعل التفضیل (superlative degree) کے صیغے میں کیا ہے۔ اس سے ایک مسلمان دھوکا کھاتا ہے کہ یہ کتاب حضور ﷺ کی تعریف میں لکھی گئی ہے، حالانکہ درحقیقت وہ تضاد (contrast) بیان کر رہا ہے کہ بحیثیت سیاست دان (statesman) تو آپؐ کامیاب ہیں جبکہ بحیثیت نبی (معاذ اللہ) آپؐ ناکام ہو گئے۔

لوگوں کو یہ تضادات سیرت طیبہ کو صحیح تناظر میں نہ سمجھنے کی وجہ سے نظر آتے ہیں۔ ورنہ اگر گہرائی میں جا کر دیکھا جائے تو جو چیز بظاہر تضاد نظر آتی ہے، وہ تضاد نہیں بلکہ انقلابی جدوجہد کے مختلف مراحل کے مختلف تقاضے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ 12 سالہ مکی دور میں مسلمانوں کو حکم تھا کہ چاہے تمہارے جسم کے ٹکڑے کر دیئے جائیں، تم ہاتھ نہیں اُٹھاؤ گے۔ اور پھر مدینہ میں آ کر کہا گیا کہ ﴿وَقَاتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ الَّذِیۡنَ یُقَاتِلُوۡنَکُمۡ﴾ (البقرہ:190) ''اور جو لوگ تم سے لڑتے ہیں تم بھی اللہ کی راہ میں ان سے لڑو۔'' تلوار ہاتھ میں لو، اگر کوئی اینٹ مارے تو اُسے پتھر مارو۔ اسی طرح ایک وقت تھا جب آپؐ دب کر صلح حدیبیہ کر رہے تھے۔ جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سخت اضطراب کی کیفیت میں تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ضبط نہ کر سکے تو آپؐ سے کچھ cross questions بھی کر بیٹھے، جس پر بعد میں پچھتاتے رہے، مگر پھر اس صلح کے محض ایک سال کے بعد جب مکے کا سردار مدینہ آیا اور سفارشیں کرواتا رہا کہ صلح کا معاہدہ ختم نہ کیجیے، تو آپؐ نے اُس کی بات نہ مانی۔ دراصل یہ سب ایک ہی انقلابی عمل کے مختلف مراحل ہیں۔ پراسس ایک ہی ہے، لیکن پراسس کے ایک مرحلہ کا تقاضا کچھ اور ہوتا ہے، دوسرے مرحلے کا تقاضا کچھ اور۔ آپؐ کے پیش نظر انقلاب تھا، نہ لڑائی مقصود تھی نہ صلح مقصود تھی، مقصود اللہ کے دین کا غلبہ تھا۔ میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اُس نے مجھے کسی درجے میں سیرت کی یہ خدمت کی توفیق بخشی ہے کہ میں نے اپنی کتاب ''منہج انقلاب نبویؐ'' میں ان سب اشکالات کا حل بتایا ہے۔ (جاری ہے)

معمارِ پاکستان نے کہا

''وہ کون سا رشتہ ہے جس میں منسلک ہونے سے تمام مسلمان جسدِ واحد کی طرح ہیں؟ وہ کون سی چٹان ہے جس پر ان کی ملت کی عمارت استوار ہے؟ وہ کون سا لنگر ہے جس سے اس اُمت کی کشتی محفوظ کر دی گئی ہے؟ وہ رشتہ، وہ چٹان، وہ لنگر خدا کی کتاب قرآن مجید ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جوں جوں ہم آگے بڑھتے جائیں گے ہم میں زیادہ سے زیادہ اتحاد پیدا ہوتا جائے گا۔ ایک خدا، ایک رسولؐ، ایک کتاب، ایک اُمت۔''

(اجلاس مسلم لیگ، کراچی 1943ء)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ

شخصیت اور طرزِ حکومت

فرید اللہ مروت

اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں حضرات صحابہ کرامؓ، تابعین وتبع تابعین کا مبارک دور گزرا ہے۔ جس کو حدیث شریف میں ''خیر القرون'' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ ایسے مبارک دور کی تابناک تاریخ قیامِ قیامت تک کے ہر دور میں ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے۔ ان حضرات کے ایمان افروز حالات و واقعات کا مطالعہ تقویتِ ایمان کا ذریعہ ہے۔ اس لئے ہمیں بار بار ان حضرات کی حیات مبارکہ کا مطالعہ کرتے رہنا چاہیے۔ مشہور تابعی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی حیات پاک نہ صرف ان لوگوں کے لئے جنہیں اللہ تعالیٰ حکمران ہونے کا شرف بخشے' بلکہ ہر انسان کے لئے نمونہ ہے۔ یہاں ہم اس نیک خلیفہ اور عادل حکمران کی زندگی کے مختصر حالات کا ذکر کرتے ہیں۔

نام عمر بن عبدالعزیز بن مروان' کنیت ابوحفص۔ والدہ کا نام ام عاصمہ بنت عاصم بن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔ آپ خلیفہ عبدالملک بن مروان کے بھتیجے' ولید بن عبدالملک اور سلیمان بن عبدالملک کے چچازاد بھائی تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی رگوں میں حضرت عمر فاروقؓ کا خون شامل تھا۔ اسی نسبت سے مروان جیسے شخص کی نسل سے عمر بن عبدالعزیزؒ جیسا مجددِ ملت پیدا ہوا جو صدق میں ابوبکرؓ، عدل میں عمرؓ، حیا میں عثمانؓ اور زہد میں علی مرتضیٰؓ کا عکس تھا' جس نے اپنے مجددانہ کارناموں سے ملت اسلامیہ کی روح کو جو امیوں نے مردہ کر دی تھی' دوبارہ زندہ کر دیا۔ اسی وجہ سے بعض مؤرخین کے ہاں آپؒ کا شمار پانچویں خلیفۂ راشد کے طور کیا جاتا ہے۔

آپ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سینہ خوشبوئے نبوت اور صحابہ کرامؓ کے علم اور تابعین کے اجتہاد سے منور تھا۔ ناز ونعم میں پل کر بڑے ہوئے۔ خلیفۂ اسلام بننے سے پہلے جسم اس قدر تر و تازہ تھا کہ ازار بند پیٹ کے پٹوں میں غائب ہو جاتا تھا۔ بیش قیمت لباس اور عطریات کے بے حد شوقین تھے۔ کپڑا خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ جو کپڑا ایک مرتبہ پہن لیتے دوبارہ نہیں پہنتے تھے۔ خوشبو کے لئے مشک اور عنبر استعمال کرتے تھے۔ جب آپ مدینہ منورہ کے گورنر بنائے گئے تو اس وقت ان کا ذاتی ساز وسامان اس قدر زیادہ تھا کہ صرف سامان سے 30 اونٹ لاد کر مدینہ منورہ بھیجے گئے۔ رجا بن حیوۃ (وزیر اعظم خلیفہ ولید) بیان کرتے ہیں کہ ہماری سلطنت میں سب سے زیادہ خوش لباس' معطر اور خوش خرام شخص عمر بن عبدالعزیزؒ تھے۔ آپ جس طرف سے گزرتے' گلیاں اور بازار خوشبو سے مہک جاتے۔ لیکن جس دن خلیفہ اسلام بنائے گئے' آپ نے ساری جاگیریں اصل مالکوں کو واپس کر دیں اور لباس وعطر ساز وسامان' محلات' لونڈی' غلام اور سواریاں سب بیچ دیا اور قیمت بیت المال میں جمع کرا دی۔

خلیفہ ولید بن عبدالملک نے جب آپؒ کو مدینہ منورہ کا گورنر بنایا تو آپ نے فرمایا' اس شرط پر گورنری منظور کرتا ہوں کہ مجھے پہلے گورنروں کی طرح ظلم کرنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ خلیفہ نے کہا' آپ حق پر عمل کریں خواہ خزانہ خلافت کو ایک پائی بھی نہ ملے۔ آپ نے مدینہ منورہ میں پہنچتے ہی علماء اور اکابر کو جمع کیا اور فرمایا: ''اگر آپ لوگوں کو کہیں بھی ظلم نظر آ جائے تو خدا کی قسم مجھے اس کی اطلاع ضرور کر دیں۔'' جب تک آپ مدینہ کے گورنر رہے کسی شخص نے آپ سے عدل' نیکی' فیاضی اور ہمدردی کے سوا کچھ نہیں دیکھا' اور مملکت میں خوشحالی عام ہو گئی تھی۔

ولید نے جب اپنے بھائی سلیمان کو ولی عہد سے معزول کر کے اس کی جگہ اپنے بیٹے کو ولی عہد بنا دیا تو بہت سے معززین نے اِسے منظور کر لیا مگر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے انکار کر دیا۔ اس پر ولید نے ان کو قید کر دیا۔ آپ تین سال تک قید میں رہے۔ سلیمان بن عبدالملک نے انہیں شام میں اپنا وزیر اور ولی عہد مقرر کیا۔ خلیفہ سلیمان کی مرض الوفات میں حضرت عمرؒ کو شک ہوا کہ وہ کہیں آپ کو اپنا جانشین نہ بنائیں۔ گھبرائے ہوئے رجا بن حیوۃ (وزیر اعظم) کے ہاں تشریف لے گئے اور فرمایا: ''مجھے خطرہ ہے کہ خلیفہ سلیمان نے میرے حق میں وصیت نہ کر دی ہو۔ آپ مجھے ابھی بتا دیں تا کہ میں استعفا دے کر سبکدوش ہو جاؤں اور وہ اپنی زندگی میں کوئی دوسرا انتظام کر جائیں۔'' رجا نے آپ کو ٹال دیا مگر جب سلیمان کی وفات کے بعد وصیت نامہ سامنے آیا تو آپ کا خطرہ صحیح ثابت ہوا' اور خلیفہ بنانے کے لئے آپ کا نام نکلا تو آپ حیران وپریشان ہو گئے۔ اور فرمایا واللہ میں نے کبھی اللہ تعالیٰ سے اس کی درخواست نہیں کی تھی۔ آپؒ نے عام مسلمانوں کو جمع کر کے ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! میری خواہش اور تمہارے استصواب کے بغیر مجھے خلیفہ بنایا گیا ہے۔ میں تمہیں اپنی بیعت سے آزاد کرتا ہوں۔ تم جسے چاہو اپنا خلیفہ منتخب کر لو۔''

مجمع سے بالاتفاق آواز آئی:

''یا امیر المومنین! ہمارے خلیفہ آپ ہیں۔''

آپؒ نے فرمایا:

''صرف اس وقت تک جب تک کہ میں اطاعت الٰہی کی حد سے باہر قدم نہ رکھوں۔''

اب آپؒ کے سامنے شاہی سواریاں پیش کی گئیں کہ آپ شاہی محل میں تشریف لے چلئے۔ فرمایا' میرے لئے خچر کافی ہے اور سب سواریاں واپس کر دیں۔

جب آپ دارالخلافہ کی طرف روانہ ہوئے تو کوتوالی نے حسبِ دستور نیزہ اٹھا کر آپ کے ساتھ چلنا چاہا مگر آپ نے اسے وہیں روک دیا اور فرمایا میں تو مسلمانوں کا ایک معمولی فرد ہوں۔

جب علماء نے حسبِ رواج ممبروں پر خطبوں میں آپ کا نام لینا شروع کیا اور درود وسلام بھیجا تو آپؒ نے فرمایا: ''میرے بجائے سب مسلمان مرد اور عورتوں کے لئے دعا کرو۔ اگر میں مسلمان ہوں گا تو یہ دعا مجھے بھی خود بخود پہنچ جائے گی۔ شاہی محل پہنچے تو وہاں سلیمان کے اہل وعیال قیام پذیر تھے۔ ارشاد فرمایا: ''میرے لئے ایک خیمہ لگا دیا جائے' میں اس میں رہوں گا۔ آپؒ اداسی کی کیفیت میں گھر آئے۔ لونڈی نے دیکھتے ہی پوچھا:

''آپ آج اس قدر پریشان کیوں ہیں۔''
فرمایا: ''آج مجھ پر فرض عائد کیا گیا ہے کہ میں ہر مسلمان کا بغیر اس کے مطالبہ کے حق ادا کروں۔ آج میں مشرق و مغرب کے ہر یتیم و مسکین اور ہر بیوہ و مسافر کا جواب دہ بنایا گیا ہوں۔ پھر مجھ سے زیادہ قابل رحم اور کون ہو سکتا ہے۔

امیر معاویہ ؓ سے خلیفہ سلیمان تک جتنے بھی اچھے اچھے علاقے' جاگیریں اور زمین مسلمانوں کے ہاتھ آئیں وہ سب بنوامیہ والوں کو عطا کر دی گئی تھیں۔ امت کی دو تہائی دولت شاہی سندات کے ساتھ انہی لوگوں کے ہاتھ میں تھی۔ حضرت عمرؒ نے بنوامیہ والوں کو جمع کر کے فرمایا: یہ سب اموال ان کے اصل وارثوں کو واپس کر دو۔ انہوں نے کہا: ہم سب کی گردن اتار دینے کے بعد ہی یہ ممکن ہے۔ اس پر آپؒ نے عام مسلمانوں کو مسجد میں جمع کیا اور آپؒ اپنی تمام خاندانی جاگیروں اور عطیات کی اسناد شاہی کا تھیلا اٹھائے تشریف لائے۔ منشی ایک ایک سند کو ہاتھ میں لے کر پڑھتا تو آپ ارشاد فرماتے: ''میں نے یہ جاگیر اصل وارثوں کے حق میں چھوڑ دی۔ اور پھر اسی وقت وہ سند ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیتے تھے۔ صبح سے لے کر ظہر تک آپ نے اپنے تمام ذاتی اور خاندانی عطیات کاٹ کاٹ کر ضائع کر دیئے۔ اپنے ذاتی مال و دولت کو بیت المال میں داخل کرا دیا۔ پھر گھر تشریف لائے اور اپنی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک سے فرمایا: اپنا وہ بیش قیمت ہار جو تمہیں والد نے دیا تھا، بیت المال میں داخل کر دو یا مجھ سے الگ ہو جاؤ۔' وفادار بیوی نے فوراً اپنا ہار پیش کیا۔ آپ کی وفات کے بعد جب فاطمہ کا بھائی خلیفہ بنا اور وہ ہار واپس کرنا چاہا تو اس نے لینے سے انکار کر دیا۔

جب اپنا دامن پاک اور گھر صاف ہو گیا تو پھر آپ اپنے خاندان والوں کی طرف متوجہ ہوئے اور تمام غصب شدہ جائیدادیں اور اموال اصل وارثوں کو واپس کر دیئے۔ کسی نے کہا کہ اپنی اولاد کے لئے کچھ چھوڑ دیں۔ ارشاد فرمایا کہ ''میں انہیں اپنے اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔''

آل مروان نے درخواست کی کہ ''اے امیر المومنین! آپ اپنے معاملات اپنے طریقے سے چلائیں مگر سابقہ خلفاء کی کارروائیوں کو کالعدم قرار نہ دیں۔ آپ نے فرمایا: ''آپ لوگ مجھے ایک سوال کا جواب دیں۔ اگر ایک ہی معاملہ کے متعلق امیر معاویہؓ اور خلیفہ عبدالملکؒ کی سندات پیش کی جائیں تو فیصلہ کس کے مطابق دینا چاہیے۔ لوگوں نے کہا: ''امیر معاویہؓ کی دستاویز قدیم ہے، اس لئے اس کے مطابق فیصلہ دینا چاہئے۔ اس پر آپؒ نے فرمایا: ''میں بھی تو یہی کر رہا ہوں میں خلفاء کے فیصلوں کو چھوڑتا ہوں اور قرآن قدیم کے مطابق فیصلے دیتا ہوں۔'' دوسری دفعہ جب یہ معاملہ اٹھا تو آپؒ نے فرمایا: ''اگر باپ کی وفات پر بڑا بھائی تمام جائیداد پر قبضہ کر لے تو آپ کیا کریں گے۔ لوگ کہنے لگے، ہم چھوٹے بھائیوں کو بھی ان کا حق دلوائیں گے۔ آپ نے فرمایا: ''خلفائے راشدین کے بعد جو لوگ خلیفہ ہوئے انہوں نے امت کی جائیدادوں پر قبضہ کر لیا۔ اب میں بھی امیروں سے غریبوں کا حق دلوا رہا ہوں۔''

ایک مرتبہ تمام آل مروان نے آپ کے بیٹوں کے ذریعے کہلا بھیجا، ہم آپ کے رشتہ دار ہیں، آپ پہلے خلفاء کی طرح ہماری قرابت کا خیال رکھیں۔ آپ ہمیں عطیات سے محروم نہ رکھیں۔ آپؒ نے کہلا بھیجا: ''تم لوگ مجھے اللہ تعالیٰ سے زیادہ قریب نہیں ہو۔ اگر میں اللہ کی قرابت قربان کر دوں تو کیا قیامت کے دن تم مجھے اس کے عذاب سے بچا لو گے''۔ لوگوں نے یہ سنا تو مایوس ہو کر واپس ہو گئے۔

حضرت عمرؒ نے گھر والوں کے روزینے بند کر دیئے۔ جب انہوں نے فرمائش کی تو فرمایا: ''میرے پاس کوئی مال نہیں ہے اور بیت المال میں تمہارا حق اسی قدر ہے جس قدر عام مسلمان کا ہے جو سلطنت کے آخری کنارے پر آباد ہو، پھر میں تمہیں دوسرے مسلمانوں سے زیادہ کس طرح دے سکتا ہوں؟ خدا کی قسم، اگر ساری دنیا تمہاری ہم خیال بن جائے تو پھر بھی میں یہ نہیں کروں گا۔''

آپ نے سلطنت کے تمام ظالم عہدہ داروں کو عہدوں سے الگ کر دیا۔ عوام پر ہر قسم کے تشدد سے منع کیا۔ پولیس افسران نے کہا: ''ہم جب تک لوگوں کو شبہ میں نہ پکڑیں اور سزائیں نہ دیں وارداتیں بند نہ ہوں گی۔'' آپ نے ان کے نام خط لکھا کہ ''آپ صرف حکم شریعت کے مطابق لوگوں سے مواخذہ کیجئے، اگر حق و عدل پر عمل کرنے سے وارداتیں نہیں رکتی تو انہیں جاری رہنے دیجئے۔''

آپ نے فرمان جاری کیا تھا کہ جب کوئی غیر مسلم مسلمان ہو جائے تو اس سے جزیہ کا ایک درہم بھی وصول نہ کیا جائے۔ اس حکم کے ساتھ ہی ہزاروں لوگ مسلمان ہو گئے۔ حیان بن شریح نے رپورٹ کی کہ آپ کے فرمان سے اتنے زیادہ لوگ مسلمان ہو گئے ہیں کہ آمدنی ختم ہو گئی ہے اور مجھے قرض لے کر مسلمانوں کی تنخواہیں ادا کرنی پڑتی ہیں۔ آپ نے جواب بھیجا: ''جزیہ بہر حال موقوف کر دو اور یہ سمجھو کہ حضرت محمد ﷺ ہادیٔ راہ بنا کر بھیجے گئے تھے۔ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ سارے غیر مسلم مسلمان ہو جائیں اور ہماری تمہاری حیثیت ایک کاشت کار کی رہ جائے کہ ہم اپنے ہاتھ سے کمائیں اور کھائیں۔

گورنر فارس عدی بن ارطاط کے عہدے دار باغوں میں پھلوں کا تخمینہ کر کے انہیں کم قیمت پر خرید لیتے تھے۔ آپ کو اس کی اطلاع پہنچی تو آپ نے تین آدمیوں کی ایک تحقیقاتی کمیٹی بنائی اور عدی کو لکھا: ''اگر یہ سب کچھ تمہاری پسند یا حکم پر ہو رہا ہے تو میں تم کو مہلت نہ دوں گا۔ میں ایک تحقیقاتی وفد بھیجتا ہوں۔ اگر میری اطلاع صحیح نکلی تو یہ تمام پھل باغات کے مالکوں کو واپس کر دیں گے، تم کمیٹی کے کام میں ذرا بھی مداخلت نہ کرنا۔ الزام صحیح ثابت ہوا۔ وہ ایک آدمی سے اس کا مال 6000 روپے میں خریدنا چاہتا تھا لیکن وہ آدمی راضی نہیں ہوا۔ اس نے اس کو جیل میں ڈال دیا اور وہ مال اس سے 3000 روپے میں خرید لیا اور رہائی کے وقت اس سے طلاق کی قسم لے لی کہ خلیفہ کو شکایت نہیں کرے گا۔ حضرت عمرؒ نے اپنے ہاتھ کی چھڑی اس کی آنکھوں کے درمیان نشان سجدہ میں چھوتے ہوئے فرمایا: تیری اس محراب نے مجھے دھوکہ دیا اور پھر اس کو معزول کر دیا، اور اس شخص کو اپنا مال واپس کر دیا۔

ایک مرتبہ یمن کے بیت المال سے ایک دینار گم ہو گیا۔ حضرت عمرؒ کو جب اطلاع ملی تو بے قرار ہو گئے۔ اسی وقت یمن کے افسر خزانہ کو لکھا: ''میں تمہیں خائن قرار نہیں دیتا، پھر بھی تمہاری بے پروائی کو اس کا جرم قرار دیتا ہوں۔ مسلمانوں کی طرف میں ان کے مال کا محافظ ہوں۔ تم اس پر شرعی حلف اُٹھاؤ کہ دینار کی گمشدگی میں تمہارا ہاتھ نہیں۔''

سلطنت کا دفتری عملہ شاہی احکام کے اجراء میں کاغذ، قلم، دوات اور لفافے خوب استعمال کرتا تھا۔ حضرت عمرؒ نے اس فضول خرچی اور نمائش کی طرف توجہ فرمائی۔ ابوبکر بن حزم اور دوسرے اہلکاروں کو لکھا: ''تم وہ دن یاد کرو جب تم اندھیری رات میں روشنی کے بغیر گھر سے مسجد نبویؐ میں جایا کرتے تھے۔ بخدا آج

تمہاری حالت اس سے بہتر ہے۔ اپنے قلم باریک کرلو، سطریں قریب قریب لکھا کرو۔ دفتری ضروریات میں کفایت شعاری برتو۔ میں مسلمانوں کے خزانہ میں سے ایسی رقم صرف کرنا پسند نہیں کرتا، جس سے براہ راست کوئی فائدہ نہ ہو۔“

آپ نے شاہی خاندان کے وظیفے بند کردیئے، وہ تمام اخراجات ختم کردیئے جو شاہانہ شوکت کے اظہار کے لیے کیئے جاتے تھے۔ ایک دفعہ جب داروغہ اصطبل گھوڑوں کے گھاس دانہ کے خرچ کے لیے آیا تو آپ نے فرمایا: ”تمام گھوڑوں کو فروخت کرکے رقم بیت المال میں جمع کرو۔ میرے لیے میرا خچر کافی ہے۔“

خلیفہ ولید نے اپنے بیٹے عباس کو ایک ذمی کی زمین جاگیر میں دے دی تھی۔ ذمی نے عباس کے خلاف دعویٰ دائر کردیا۔ عباس نے کہا ”یہ خلیفہ ولید کی سند میرے پاس موجود ہے۔“ آپؒ نے فرمایا: ”ذمی کی زمین واپس کردو۔ ولید کی سند کتاب اللہ پر مقدم نہیں ہوسکتی۔“

ایک عیسائی نے آپ کے چچا زاد بھائی اور سالے ہشام بن عبدالملک پر دعویٰ کردیا۔ جب مدعی اور مدعلیہ حاضر ہوئے تو آپ نے دونوں کو برابر کھڑا کردیا۔ ہشام کا چہرہ اس بے عزتی پر غصے سے سرخ ہوگیا۔ آپ نے دیکھا تو فرمایا: ”اس کے برابر کھڑے رہو۔ شریعت حقہ کی شان عدالت یہی ہے کہ ایک بادشاہ کا بیٹا ایک نصرانی کے برابر کھڑا ہو۔“

بیت المال سے کبھی معمولی فائدہ اُٹھانا بھی گوارا نہ کیا۔ رات کو جب تک خلافت کے کام انجام دیتے تھے اس وقت بیت المال کی شمع جلاتے تھے۔ اس کے بعد گل کرکے اپنا ذاتی چراغ جلاتے تھے۔

ایک رات آپ ایک مہمان کے ساتھ بیٹھے کچھ لکھ رہے تھے کہ اچانک چراغ کی لو مدہم ہوگئی اور بجھنے کے قریب ہوگئی۔ مہمان نے کہا کہ میں چراغ صحیح کرکے لاتا ہوں۔ مگر آپ نے کہا کہ مہمان سے خدمت لینا کوئی عزت کی بات نہیں ہے۔ مہمان نے کہا کہ پھر غلام کو اُٹھا دیجیے۔ آپ نے فرمایا، وہ ابھی کچی نیند میں ہے۔ پھر آپ خود اُٹھے، چراغ میں تیل ڈالا اور اسے پھر سے روشن کیا۔ اور دوبارہ مہمان کے پاس بیٹھ گئے۔ مہمان نے کہا ”اے امیرالمومنین! آپ خود اُٹھ کر کام کرتے ہیں۔“ آپ نے فرمایا: ”میں جب گیا تو عمر تھا اور اب واپس آیا ہوں تو بھی عمر ہی ہوں۔“

تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ ایک دن آپ کے پاس غنیمت کی مشک (خوشبو) لائی گئی۔ آپ نے فوراً ہاتھ سے ناک پکڑ کر بند کردی۔ فرمانے لگے، مشک سے نفع سونگ کر اُٹھایا جاتا ہے۔ مجھے یہ پسند نہیں کہ دوسرے مسلمانوں کے بغیر میں اسے سونگھوں۔

ایک دفعہ ایک گورنر کو خط لکھا کہ وہ ان کے لیے شہد خرید کر بھیجے۔ لیکن مسلمانوں کے اموال میں سے کسی چیز کو اس کے لیے استعمال نہ کرے۔ گورنر نے شہد خرید کر بھیجا لیکن ڈاک کے گھوڑوں پر لاد کر بھیجا۔ جب آپ کو پتا چلا تو شہد بیچ کر اس کی قیمت بیت المال میں جمع کرانے کا حکم دے دیا۔

ایک مرتبہ ایک گورنر کی آپ کے پاس شکایت آئی۔ آپ نے اس گورنر کو خط لکھا کہ ”میرے بھائی جہنمیوں کی جہنم میں طویل بے خوابی اور ہمیشہ جہنم میں رہنے کو یاد کر۔ خبردار! کوئی ایسا عمل مت کرنا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تجھ سے اعراض کرلیا جائے۔ ورنہ آخری وقت امید ختم ہونے کا وقت ہوگا۔“ گورنر نے جب خط پڑھا تو طویل سفر کرکے حاضر خدمت ہوا۔ آپؒ نے پوچھا: ”کیسے آئے؟“ اس نے کہا، آپ کے خط سے تو میرا دل اپنی جگہ سے ہٹ گیا۔ اب میں اپنے عہدے پر واپس نہیں جاؤں گا حتیٰ کہ میں اللہ تعالیٰ کے پاس چلا جاؤں۔

ایک مرتبہ آپ کے ملازم نے آپ کی بیوی سے کہا، روز روز یہ دال روٹی ہم سے نہیں کھائی جاتی۔ بیوی نے کہا، میں کیا کرسکتی ہوں‘ امیرالمومنین کی روزانہ غذا یہی ہے اور اس کو بھی وہ پیٹ بھر کے نہیں کھاتے۔

ایک دن انگور کھانے کو دل چاہا تو اپنی بیوی فاطمہ سے فرمایا: ”کیا تمہارے پاس ایک درہم ہے، انگور کھانا چاہتا ہوں۔“ فاطمہ نے کہا ’اے امیرالمومنین! آپ میں ایک پیسہ خرچ کرنے کی بھی طاقت نہیں ہے۔ فرمایا: ”میرے لئے جہنم کی ہتھکڑی سے یہ زیادہ آسان ہے۔“

ایک دن مسلمہ بن عبدالملک آپ کے پاس آیا دیکھا کہ آپ اپنے گھر کے کونے میں بیٹھے ہیں اور تہبند اوڑھا ہوا ہے۔ مسلمہ نے سمجھا کہ آپ بیمار ہیں۔ پوچھنے لگا، امیرالمومنین آپ کو کیا ہوا؟ آپ نے جواب دیا کہ کچھ نہیں ہوا۔ بس اتنی سی بات ہے کہ میں اپنے تہبند سوکھنے کا انتظار کر رہا ہوں۔ اس نے پوچھا، کوئی دوسرا تہبند کیوں نہیں بنا لیتے؟ حضرت عمر بن عبدالعزیز رونے لگے کہ آپ کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی، اور بار بار یہ آیت دہرا رہے تھے۔

﴿تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا﴾ (القصص:83)

”یہ آخرت کا گھر ہم نے ان لوگوں کے لئے بنایا ہے جو زمین میں سربلندی اور فساد نہیں چاہتے۔“

ایک مرتبہ آپ کے بیٹے نے کپڑے مانگے تو آپ نے فرمایا: ”میرے کپڑے خیار بن ریاح کے پاس ہیں، ان سے لے۔ خلیفہ اسلام کا صاحبزادہ خوشی خوشی خیار بن ریاح کے پاس گئے۔ تو انہوں نے صرف ایک کھدر کا کرتہ نکال کردیا۔ وہ مایوس ہوکر دوبارہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا: ”اے بیٹا، میرے پاس تو بس یہی کچھ ہے۔

مرض الموت میں مسلمہ بن عبدالملک عیادت کے لئے آئے۔ تو اپنی بہن فاطمہ سے کہا: ”امیرالمومنین کی قمیص سخت میلی ہو رہی ہے۔ لوگ بیمار پرسی کے لئے آرہے ہیں، اسے بدل دو۔“ فاطمہ نے یہ سنا اور خاموش ہوگئی۔ جب وہ دوبارہ ملنے کے لئے آئے تو امیرالمومنین وہی میلی قمیص پہنے ہوئے تھے۔ تو مسلمہ نے غصے ہوکر اپنی بہن کو ڈانٹا کہ آپ نے قمیص تبدیل کیوں نہیں کی۔ بہن نے کہا: ”خدا کی قسم امیرالمومنین کے پاس اس کے سوا کوئی دوسرا کپڑا نہیں ہے۔ میں کہاں سے دوسرا کپڑا پہناؤں۔ پھر یہ جوڑا بھی سالم نہیں تھا۔ اس میں بھی جگہ جگہ پیوند لگے ہوئے تھے۔

آپ نے کوئی عمارت نہیں بنائی۔ نہ اینٹ پر اینٹ رکھی۔ ایک گورنر نے لکھا کہ ہمارا شہر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے، اس کی مرمت کے لئے رقم عنایت فرما دی جائے تو آپ نے جواب میں تحریر کیا: ”اسے تقویٰ سے مضبوط اور اس کے راستوں کو ظلم سے پاک کرو۔“

خلافت کی ذمہ داریوں کے بوجھ کی وجہ سے غذا اور خوراک کے علاوہ میاں بیوی کے تعلقات سے بھی علیحدگی اختیار کرلی تھی۔ سارا دن سلطنت کی ذمہ داریاں ادا فرماتے اور رات کے وقت عشاء پڑھ کر تنہا مسجد میں بیٹھ جاتے اور ساری ساری رات جاگتے سوتے گریہ وزاری میں بسر کردیتے تھے۔ آخرت کی جوابدہی پر غور کرتے تھے۔ پھر دفعتاً بے ہوش ہوکر گر پڑتے تھے۔ آپ کی بیوی آپ کو تسلی دیتی تھیں مگر آپ مطمئن نہ ہوتے۔ فرماتے ”میں اس امت کے چھوٹے بڑے اور سیاہ و سفید امور کا ذمہ دار ہوں‘ مجھے یہ یقین ہو چکا ہے کہ میری سلطنت کے اندر جس قدر بھی غریب‘ مسکین‘ یتیم مسافر اور مظلوم موجود ہیں ان سب کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے متعلق مجھ سے سوال کرے گا۔

رسول اللہ ﷺ ان سب کے متعلق مجھ پر دعویٰ کریں گے۔ اگر میں اللہ اور رسول ﷺ کے سامنے جوابدہی نہ کرسکا تو میرا انجام کیا ہوگا۔"

اسی حالت میں آپ نے خلافت کے ڈھائی سال گزارے۔ رجب 101ھ میں امیہ خاندان کے بعض لوگوں نے آپ کے غلام کو ایک ہزار اشرفی دے کر آپ کو زہر دلوا دیا۔ آپ کو اس کا علم ہوا تو غلام کو پاس بلا لیا۔ اس سے رشوت کی اشرفیاں لے کر بیت المال میں جمع کیں اور فرمایا: "میں تمہیں اللہ کے لئے معاف اور آزاد کرتا ہوں۔" طبیبوں نے زہر کے اخراج کا فیصلہ کیا مگر آپ خلافت کی ذمہ داریوں میں ایک منٹ بھی اضافہ نہیں کرنا چاہتے تھے۔ طبیبوں سے فرمایا: "اگر مجھے یقین ہو کہ مرض کی شفا میرے کان کی لو کے پاس ہے تو پھر بھی ہاتھ بڑھا کر اسے قبضے میں نہیں لاؤں گا۔"

خلیفہ سلیمان نے خود ہی یزید بن عبدالملک کو آپ کا جانشین مقرر کر دیا تھا۔ آپ نے اس کے لئے حسب ذیل وصیت نامہ لکھوایا:

"اب میں آخرت کی طرف چلا جا رہا ہوں۔ وہاں خدا تعالیٰ مجھ سے سوال کرے گا، حساب لے گا اور میں اس سے کچھ چھپا نہیں سکوں گا۔ اگر اللہ مجھ سے راضی ہو گیا تو میں کامیاب ہوں۔ اگر وہ راضی نہ ہوا تو افسوس میرے انجام پر۔ تم کو میرے بعد تقویٰ اختیار کرنا چاہیے۔ رعایا کا خیال رکھنا چاہیے۔ تم میرے بعد زیادہ دیر تک زندہ نہ رہو گے۔ ایسا نہ ہو کہ تم غفلت میں پڑ جاؤ اور تلافی کا وقت ضائع کر دو۔"

آپ کی بہن نے عرض کیا: "اے امیر المومنین! کاش اس آخری وقت میں آپ اپنے اہل وعیال کے لئے وصیت فرما جاتے۔" آپ بہت کمزور ہو چکے تھے لیکن پھر بھی ارشاد فرمایا، مجھے ٹیک لگا کر بٹھا دو۔ آپ کو بٹھا دیا گیا تو فرمایا:

"خدا کی قسم! میں نے اپنی اولاد کا کوئی حق تلف نہیں کیا، البتہ وہ جو دوسروں کا حق تھا وہ نہیں دیا۔ میرا اور ان کا وارث صرف خدا ہے۔ میں ان سب کو اس کے سپرد کرتا ہوں۔ اگر یہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں گے تو وہ ان کے لئے کوئی راستہ نکالے گا۔ اگر یہ گناہوں میں مبتلا ہوں گے تو میں مال و دولت دے کر ان کے گناہوں کو قوی نہیں بناؤں گا۔"

پھر آپ نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور فرمایا:

"اے میرے بچو! دو باتوں میں سے ایک بات تمہارے باپ کے اختیار میں تھی۔ ایک یہ کہ تم دولت مند ہو جاؤ اور تمہارا باپ دوزخ میں جائے۔ دوسری یہ کہ تم محتاج رہو اور تمہارا باپ جنت میں داخل ہو۔ میں نے دوسری بات پسند کر لی ہے۔ اب میں تمہیں اللہ کے حوالے کرتا ہوں۔"

پھر اللہ کے حضور عرض کی:

"پروردگار! میں وہ ہوں جسے تو نے حکم دیا تو میں نے کوتاہی کی۔ تو نے منع کیا تو میں نے نافرمانی کی (تین مرتبہ ارشاد فرمایا) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔"

پھر آپ نے اردگرد کھڑے لوگوں کو اشارے سے فرمایا کہ آپ لوگ باہر چلے جایئے۔ اللہ کی قسم! مجھے ایک مخلوق نظر آ رہی ہے جس کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے اور وہ انسان ہیں نہ جن۔ چنانچہ لوگ باہر چلے گئے اور آپ کے پاس خادم رہ گیا۔ پھر یہ آیت تلاوت کرنے لگے:

﴿تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِى الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴾ (القصص)

"یہ آخرت کا گھر ہم نے ان لوگوں کے لئے بنایا ہے جو زمین میں سربلندی اور فساد نہیں چاہتے اور اچھا انجام پرہیزگاروں کا ہے۔"

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ہم سب مسلمانوں کو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جیسی زندگی اور موت نصیب کرے۔ (آمین)

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ

جامع مسجد اریگیشن ڈیپارٹمنٹ

بالمقابل PC ہوٹل مانسہرہ روڈ ایبٹ آباد میں

10 تا 16 جولائی 2011ء

(بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

اور

مسجد بنت کعبہ N-866 پونچھ روڈ سمن آباد لاہور میں

15 تا 21 جولائی 2011ء

(بروز جمعہ نماز عصر تا جمعرات نماز ظہر)

مبتدی تربیتی کورسز

کا انعقاد ہو رہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ رفقاء ان کورسز میں شامل ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: (ایبٹ آباد) 0300-9113931، 0321-9808468

برائے رابطہ: (لاہور) 0332-8269336

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت: (042)36316638-36366638
0333-4311226

کائنات کی سب سے بڑی سچائی

مولانا محمد اسلم شیخوپوری

ایک ایسا شخص جو جسم، علم، عمل، اثر و رسوخ، مشاہدہ اور تجربہ ہر اعتبار سے کمزور ہے۔ اس کے کج مج قلم سے چند سال پہلے افغانوں کی تعریف میں درج ذیل سطریں نکلی تھیں۔ قندِ مکرر اور تازگیٔ ایمان کے لیے یہ سطریں پڑھ لیجیے۔ پھر ہم کائنات کی سب سے بڑی سچائی کے بارے میں اپنی معروضات پیش کریں گے۔

''افغانستان...... سنگلاخ پہاڑوں، گنگناتے چشموں، سونا اُگلتے کھیتوں، لہلہاتے درختوں اور قیمتی معدنیات کی کانوں سے مالا مال ملک! پردہ دار خواتین، جفاکش مردوں، غیرت مند انسانوں، شجاعت پیشہ نوجوانوں اور سر بکف مسلمانوں کا دارِ سکونت! نورِ ایمانی سے چمکتی آنکھوں، مسجدوں کے لیے بے تاب پیشانیوں، قوت و طاقت سے بھرپور بازوؤں، شہادت کے لیے بے قرار گردنوں اور انسانوں کی غلامی سے بیزار دماغوں کی فردوس گاہ! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے گونجتی، مجاہدین کے نعروں سے لرزتی، ولیوں کی مقدس آہوں اور سسکیوں سے مہکتی، عالموں، خطیبوں، محدثوں اور مفسروں کے خطبات، نکات اور اشارات سے مہکتی سرزمین! لاکھوں اپاہجوں، یتیموں، بیواؤں، غازیوں اور شہیدوں کے وارثوں کا نشیمن! بھوک سے بلکتے بچوں، اعضا بریدہ زخمیوں، مفلوک الحال انسانوں، ٹوٹی پھوٹی سڑکوں، تباہ شدہ عمارتوں، داغ داغ دیہاتوں اور زخم زخم شہروں کا وطن! شیطان اکبر کی شرارتوں، یہود و ہنود کی سازشوں اور دشمنانِ دین کی خباثتوں کا ہدفِ اولین!

تاریخ کی بے مثال اور طویل ترین جنگ یہیں لڑی گئی۔ محمد بن قاسم اور طارق بن زیاد رحمہما اللہ کے کارنامے یہیں دہرائے گئے۔ سفید ہاتھی کو ذلت آمیز ہزیمت کا سامنا یہیں کرنا پڑا۔ کتاب و سنت اور فقہ اسلامی کی کتابوں میں بند احکام یہیں پر زندہ کیے گئے۔ واقعی اور حقیقی اسلامی حکومت کا قیام یہیں عمل میں آیا۔

آج یہ نشیمن بجلیوں کی زد میں ہے۔ بغض و حسد کی آگ میں جلتے ہوئے کافر اپنی غلیظ پھونکوں سے اس اسلامی چراغ کو بجھا دینا چاہتے ہیں۔ اللہ کرے وہ اپنی آگ میں خود ہی جل کر بھسم ہو جائیں۔ آمین یارب العالمین!''

یہ سطریں 1420ء میں لکھی گئی تھیں جب سوویت یونین کا غرور چند خرقہ پوشوں کے ہاتھوں خاک میں مل گیا تھا اور اسے اتنی جلد بازی میں افغانستان سے بھاگنا پڑا کہ پورے ملک میں بکھرا قیمتی مگر ناکارہ اسلحہ اُٹھانے کا بھی اسے موقع نہ مل سکا۔

ایک ہاتھی کے نکل جانے کے بعد دوسرا ہاتھی بڑے کروفر کے ساتھ غیرت مند انسانوں کی سرزمین میں داخل ہوا۔ وہ روشن خیال جو فتح اور شکست، عزت اور ذلت، زندگی اور موت، ترقی اور تنزل، خوشحالی اور بدحالی، فنا اور بقا...... ہر چیز کو مادیت کے گھسے پٹے ترازوں میں تولنے کے عادی ہیں، انہوں نے یہ اطلاع سن کر فلک شگاف قہقہے لگائے کہ یہ خرقہ پوش اب امریکا سے بھی ٹکر لینا چاہتا ہیں۔ ان کے خیال میں معاذ اللہ خدا سے ٹکر لینا تو ممکن ہے، مگر امریکا سے مقابلہ ناممکن ہے۔ اسے کچھ نہیں کہا جا سکتا، مگر اس خواب کی تعبیر اب سامنے آنے کو ہے۔

وہ کم عقل جو ''اللہ اکبر'' کو کل کی بات کہتے ہیں اور آج کے دور کو ''امریکا اکبر''، ''ٹیکنالوجی اور سائنس اکبر'' کا دور قرار دیتے ہیں، وہ دیکھیں تو سہی ان کی تسلیم شدہ سب سے بڑی طاقت کتنی ذلت کے ساتھ طالبان سے مذاکرات اور مصالحت کی بھیک مانگ رہی ہے۔ وہ طالبان جن کے نام سے بھی ان کو الرجی ہو جاتی تھی اور جنہیں وہ کیڑے مکوڑوں سے زیادہ حیثیت دینے کے لیے تیار نہ تھے، آج انہی طالبان کو مساوی فریق کی حیثیت دے کر ان سے بات چیت کا ڈول ڈالا جا رہا ہے۔

دو چار مہینے نہیں، دس برس تک ماہانہ دس ارب ڈالر خرچ کر کے امریکی سورما افغانوں کو سرنڈر کرنے کی کوشش کرتے رہے، مگر ایک کھرب ڈالر خرچ کرنے، لاکھوں انسانوں کا خون بہانے اور ہزاروں فوجیوں کی لاشیں اُٹھانے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یہ جنگ سائنس اور ٹیکنالوجی، ہتھیاروں اور ڈالروں سے نہیں جیتی جا سکتی۔ ہے کوئی جو حساب لگائے کہ اگر ایک کھرب ڈالر دنیا میں تعلیم عام کرنے، غربت ختم کرنے، سڑکیں اور ہسپتال تعمیر کرنے میں خرچ کیے جاتے تو غربت و جہالت، بیماریوں اور پریشانیوں میں مبتلا یہ دنیا کتنی مختلف ہوتی؟ امریکا کی معیشت اور معاشرت اور پوری دنیا پر اس جنگ کے جو اثرات مرتب ہوئے، وہ الگ حقیقت ہے اور بیگانے کی شادی میں عبداللہ دیوانے کا کردار ادا کرنے والے پاکستان نے اپنی اقتصادیات اور ماحول کا جس طرح حلیہ بگاڑا ہے وہ ایک مستقل اور پُر درد داستان ہے۔ معاملہ صرف پاکستان کا بھی نہیں، کم و بیش پورے عالم اسلام کی ہمدردی امریکا اور اتحادی افواج کو حاصل رہی۔

اہل باطل نے باطل کی فتح کے لیے اگر ایڑی چوٹی کا زور لگایا تو باعثِ تعجب نہیں۔ تعجب تو یہ ہے کہ حق کے نام لیوا بھی باطل کا پرچم بلند ہونے کی تمنا دل میں لیے رہے، مگر ان تمام خام خیالیوں، جھوٹی تمناؤں،

وہ کم عقل جو ''اللہ اکبر'' کو کل کی بات کہتے ہیں اور آج کے دور کو ''امریکا اکبر''، ''ٹیکنالوجی اور سائنس اکبر'' کا دور قرار دیتے ہیں، وہ دیکھیں تو سہی ان کی تسلیم شدہ سب سے بڑی طاقت کتنی ذلت کے ساتھ طالبان سے مذاکرات اور مصالحت کی بھیک مانگ رہی ہے

ڈالروں کی بارش، جدید اسلحے کی فراوانی اور دسیوں ملکوں کی متحدہ یلغار کے علی الرغم کائنات کی یہ سب سے بڑی سچائی ثابت ہو کر رہی کہ حق آتا ہے، باطل مٹ جاتا ہے اور مٹ جانا ہی باطل کا مقدر ہے۔ اگر کسی ملک یا خطے میں باطل کا سیلاب زوروں پر ہے اور اس کی سرکش موجیں تھمنے میں نہیں آ رہیں تو یقین کر لینا چاہیے کہ اس کے مقابلے میں خالص حق نہیں آیا ورنہ جب خالص حق، کھلے ہوئے باطل کے مقابلے میں حق طریق سے حق کی رضا کے لیے آتا ہے تو باطل پر ایسی چوٹ پڑتی ہے کہ اس کا بھیجہ باہر نکل آتا ہے۔

اہل حق پر آزمائشیں ضرور آتی ہیں۔ انہیں اموال اور اولاد سے محروم ہونا پڑتا ہے۔ وطن سے بے وطن کیا جاتا ہے۔ ان پر ظلم کے پہاڑ توڑے جاتے ہیں۔ ان کی ہڈیوں سے گوشت الگ کر دیا جاتا ہے۔ ان کے سروں پر آرے چلائے جاتے اور جسم کے ٹکڑے کر دیے جاتے ہیں۔ ان کی بہنوں اور بیٹیوں کو بے آبرو کیا جاتا ہے۔ ان کی بے بسی کا مذاق اُڑایا جاتا ہے۔ ان کی شجاعت پر پھبتیاں کسی جاتی ہیں، لیکن اگر وہ استقامت کا ثبوت دیں، اپنے موقف پر مضبوطی سے ڈٹے رہیں، پروپیگنڈے سے متاثر ہوئے بغیر باطل کو نشانہ بنانے کی کوشش کرتے رہیں تو آنے والا دن ان کی کامیابی کی خبر لے کر طلوع ہوتا ہے۔ تب ظاہری تدبیروں اور مادی وسائل کو خدائی کا درجہ لینے والوں کو ندامت سے سر جھکانا پڑتا ہے۔ اصحابِ کہف کا واقعہ ہو یا سیدنا یوسف علیہ السلام کا قصہ یا بدر و حنین کے معرکے اور فتح مکہ کا پُراثر منظر، ان میں سے ہر ایک اس قرآنی نظریے کی سچائی کا شاہدِ عدل ہے کہ ”حق آتا ہے تو باطل نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ بلاشبہ باطل اسی لائق ہے کہ نیست و نابود ہو کر رہے۔“

آسمان و زمین کا خالق کوئی نہ کوئی ایسا کرشمہ اور معجزہ دکھاتا رہتا ہے جس کے دیکھنے سے کمزوروں کو ڈھارس ملتی ہے۔ اہلِ تذبذب کو یقین نصیب ہوتا ہے۔ منافقوں کے چہرے کالے پڑ جاتے ہیں۔ باطل کے ایجنٹ منہ چھپانے کے لیے پناہ گاہ تلاش کرتے پھرتے ہیں اور اہل ایمان کو ایمانی تازگی نصیب ہوتی ہے۔ افغانستان سے اتحادی فوجوں کی ذلت آمیز واپسی بھی ایسا ہی ایک کرشمہ اور معجزہ ہے۔

(بشکریہ ہفت روزہ ”ضربِ مومن“)

خلافت فورم

☆ اسلامی نظام کو آپ نظامِ خلافت کیوں کہتے ہیں، کیا یہ قرآنی اصطلاح ہے؟

☆ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور کو بعض مؤرخین خلفائے راشدین میں کیوں گردانتے ہیں؟

☆ اسلام اور مسلمانوں کے حوالہ سے آپ بنواُمیہ کے دور کو بحیثیت مجموعی کیسا پاتے ہیں۔ اُن کے زوال کا باعث کیا تھا؟

☆ خلافت عثمانیہ ایک عرصہ تک کامیابی سے تو چلی لیکن اس کے پاس کُل عالم اسلام کی قیادت نہیں تھی، کیا یہ سلطنت عثمانیہ کی کمزوری کی نشاندہی کرتی ہے یا کوئی اور وجہ ہے۔

☆ خلافت عثمانیہ کے آخری دور میں ہم ترکوں اور عربوں میں شدید نفرت دیکھتے ہیں۔ کیا یہ نفرت نسل کی بنیاد پر پیدا ہوئی یا حاکم اور محکوم کا مسئلہ تھا؟

☆ مصطفیٰ کمال اتاترک نے خلافت کے ادارے کا خاتمہ کیا تو ہندوستان میں اس کا شدید ردعمل ہوا، جبکہ دنیا میں کسی اور مسلم ملک میں اس مسئلہ پر کوئی اضطراب پیدا نہ ہوا، ایسا کیوں ہوا؟

☆ آج آپ پاکستان میں خلافت کے ادارے کا احیاء کرتے ہیں تو کیا تمام اسلامی ملک خلیفۂ وقت کا حکم مانیں گے؟

ان سوالات کے جوابات کے لیے تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ
www.tanzeem.org **"خلافت فورم"** میں دیکھئے

تجزیہ کار: **حافظ عاکف سعید** (امیر تنظیم اسلامی) میزبان: **وسیم احمد**

پروگرام کے بارے میں اپنی آراء وتجاویز media@tanzeem.org پر ای میل کریں

پیشکش شعبہ سمع و بصر مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

ضرورت رشتہ

☆ کراچی میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 29 سال، تعلیم بی ایس سی، ایم اے، ڈپلومہ مانٹیسوری اور مختلف دینی کورسز کی حامل صوم وصلوٰۃ کی پابند کے لیے پڑھی لکھی فیملی سے دینی مزاج کے حامل برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ کراچی کے رہائشی کو ترجیح دی جائے گی۔ برائے رابطہ: 0345-2738870

☆ سیالکوٹ میں رہائش پذیر سید فیملی کو اپنے خوبرو، دراز قد بیٹے، عمر 29 سال، تعلیم ACMA-CIMA-CA کے لیے دینی مزاج ترجیحاً تنظیمی خاندان کی ماسٹر ڈگری ہولڈر لڑکی کا رشتہ مطلوب ہے۔ برائے رابطہ: 0333-8683865

☆ چنیوٹ میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 25 سال، تعلیم ایم اے اسلامیات کے لیے دینی مزاج کے حامل برسرروزگار تعلیم یافتہ گھرانے سے رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0321-4800722

تنظیم اسلامی کا پیغام نظام خلافت کا قیام

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

امیر تنظیم اسلامی جناب حافظ عاکف سعید کا دورۂ بلوچستان

امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید 28 مئی 2011 دن 11 بجے دوروزہ دورہ پر کوئٹہ تشریف لائے۔ امیر حلقہ جناب محبوب سبحانی نے ایئر پورٹ پر اُن کا استقبال کیا۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق امیر محترم امیر حلقہ کے ہمراہ مولانا محمد سلیم کے مدرسہ شمس المدارس غوث آباد تشریف لے گئے۔ جہاں پر مولانا موصوف نے مدرسہ کے اساتذہ اور چند دیگر علماء کرام سے اُن کی ملاقات کا اہتمام کیا۔ امیر محترم نے شرکاء کے سوالات کے جواب دیئے۔ بات چیت خوشگوار ماحول میں ہوئی۔ اسی روز نماز عصر کے بعد امیر محترم نے حلقہ بلوچستان کے اُمراء وذمہ داران سے ملاقات کی اور اُن کے سوالوں کے جوابات دیئے۔ نماز مغرب کے بعد حلقہ کے تمام رفقاء اور احباب سے ملاقات طے تھی، جس میں تقریباً 40 رفقاء اور 60 احباب نے شرکت کی۔ امیر محترم نے یہاں بھی شرکاء کے سوالوں کے جوابات دیئے۔ یہ نشست نماز عشاء تک جاری رہی۔ نماز کے بعد شرکاء کو عشائیہ دیا گیا۔ دوسرے روز امیر محترم نے کوئٹہ میں جاری اُمراء ونقباء تربیتی کورس میں شامل رفقاء سے قرار دادِ تاسیس کے حوالے سے بھر پور خطاب فرمایا۔ چائے کے وقفہ کے بعد دیگر دینی جماعتوں کی جدوجہد کے بارے میں بات چیت ہوئی۔ اس نشست میں مولانا زاہد الرحمٰن اور مولانا محمد سلیم نے بھی شرکت کی۔ علاوہ ازیں تربیتی کورس کے شرکاء نے بھی سوالات کیے، جن کے امیر محترم نے جوابات دیئے۔ تمام پروگراموں میں ناظم اعلیٰ محترم اظہار بختیار خلجی اور ناظم دعوت وتربیت محترم رحمت اللہ بٹر (جو تربیتی کورس کے سلسلہ میں پہلے سے کوئٹہ میں موجود تھے) امیر محترم کے ساتھ رہے۔ ظہر کی نماز اور ظہرانے پر اس پروگرام کا اختتام ہوا۔ (رپورٹ: جاوید انور)

تنظیم اسلامی جاتلاں آزاد کشمیر کے زیر اہتمام ماہانہ درس قرآن

تنظیم اسلامی جاتلاں کے زیر اہتمام ماہانہ بنیاد پر کالج آف ایجوکیشن افضل پور میں درسِ قرآن ہو رہا ہے۔ اس سلسلہ میں 17 مئی 2011ء بروز منگل بعد نمازِ عصر سید محمد آزاد (سابق امیر مقامی تنظیم) نے درس دیا۔ انہوں نے سورۃ البقرہ کی آیت 121 کے حوالہ سے نہایت مؤثر انداز میں تعارفِ قرآن حکیم اور مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق پر گفتگو کی۔ اُنہوں نے کالج کے پروفیسرز حضرات اور زیر تربیت اساتذہ پر زور دیا کہ وہ اپنی مروجہ تعلیم پر قرآنی تعلیم کو ترجیح دیں، اور اس کے لیے خوب محنت کریں، قرآن کے داعی اور مبلغ بن کر معاشرے میں اپنا کردار ادا کریں، تاکہ اُمت مسلمہ موجودہ پستی سے نکل کر عروج اور سربلندی سے ہمکنار ہو سکے۔ انہوں نے کہا کہ قرآن ہمارے آخری رسول حضرت محمد ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ ہے۔ یہ دلوں کا فاتح ہے۔ یورپ اور امریکہ کے اہل علم تیزی سے قرآنی تعلیمات سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر رہے ہیں۔ اُنہوں نے تعارف قرآن کے سلسلہ میں بہت مفید اور اہم معلومات سے نوجوانوں کو آگاہ کیا۔ گرمی کی شدت کے باوجود حاضرین نے آخر وقت تک بڑے انہماک سے یہ درس سُنا۔ مدرس نے شرکاء سے تلاوتِ قرآن کو روزانہ کا معمول بنانے کی پُر زور اپیل کی۔ درس میں شریک پروفیسرز، اساتذہ، طلبہ اور تاجر حضرات نے اِس سلسلہ درس کی بھر پور تحسین کی۔ دُعا پر اِس محفل درس کا اختتام ہوا۔ بعد ازاں علاقہ کی معروف شخصیت جناب امتیاز حسین بٹ نے دور دراز سے آنے والے مہمانوں کے لیے ریفریشمنٹ کا انتظام کیا۔ اللہ تعالیٰ اُن کا انفاق قبول فرمائے۔ درسِ قرآن کی اِس نشست میں 14 رفقاء اور 40 احباب شریک ہوئے۔ (مرتب: ناظم حسین)

امیر حلقہ پنجاب شرقی کے منفرد اسرہ جات کے تعارفی دورے

امیر حلقہ پنجاب شرقی جناب محمد ناصر بھٹی طے شدہ پروگرام کے مطابق 24 مئی 2011ء کو ہارون آباد تشریف لائے۔ رات ہارون آباد میں قیام کیا۔ اگلی صبح 9 بجے ہارون آباد سے چار افراد کا قافلہ فقیر والی روانہ ہوا۔ وہاں صبح 10 بجے منفرد اسرہ کے رفقاء سے ملاقات طے تھی۔ چنانچہ رفقاء واحباب جامعہ محمدیہ میں جمع ہو گئے تھے، جن سے تنظیمی فکر اور منہج انقلاب کے حوالے سے گفتگو ہوئی۔ بعد ازاں مہمانوں کی چائے بسکٹ سے تواضع کی گئی۔ یہاں سے فارغ ہو کر پکھی والا کی طرف روانگی ہوئی۔ پکھی والا اُسرہ مقامی تنظیم فورٹ عباس کے نظم میں شامل ہے۔ وہاں نقیب اسرہ اشفاق بھائی نے رفقاء سے ملاقات کا اہتمام کیا۔ ملاقات کے بعد کھانے کا اہتمام بھی تھا۔ کھانے سے فراغت کے بعد اُسرہ شہباز والا کے رفقاء سے ملاقات کے لیے پکھی والا سے مزید 11 کلومیٹر سفر کر کے شہباز والا پہنچے۔ نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد نقیب اسرہ رضوان ظفر اور رفیق تنظیم محمد عرفان سے ملاقات ہوئی۔ وہاں سے فارغ ہو کر امیر حلقہ عارف والا روانہ ہو گئے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو قبول فرمائے۔ آمین

(مرتب: رفیق تنظیم)

ماہ مئی کے دوران ناظم حلقہ پنجاب پوٹھوہار کی دعوتی مصروفیات

یکم مئی 2011ء کو ناظم حلقہ درس قرآن کے لیے غازی مسجد میرپور گئے۔ یہ درس بعد نماز مغرب تا عشاء ہوا۔ بعد ازاں گوجر خان سے واپسی ہوئی۔

10 مئی کو ناظم حلقہ ایک مرتبہ پھر معتمد حلقہ اور مقامی ناظم بیت المال کے ہمراہ امیر تنظیم میرپور کے گھر گئے، جہاں نماز عصر کے بعد تنظیمی امور پر گفتگو ہوئی۔ بعد نماز مغرب غازی مسجد میں درس قرآن ہوا جو نماز عشاء تک جاری رہا۔ نماز عشاء کے بعد گوجر خان واپسی ہوئی۔

12 مئی کو ناظم حلقہ ومعتمد حلقہ چکوال تشریف لے گئے۔ چکوال بار میں شہزاد محمود بٹ ایڈووکیٹ کی دعوت پر نائب ناظم اعلیٰ خالد محمود عباسی کا خصوصی خطاب تھا، جو صبح دس بجے سے بارہ بجے تک جاری رہا۔

15 مئی 2011ء ناظم حلقہ معتمد حلقہ کے ہمراہ درس قرآن کے لیے بنگیال (جہلم) گئے۔ وہاں ساڑھے گیارہ بجے درس قرآن ہوا۔ اس کے بعد دینہ روانہ ہوئے، جہاں نماز ظہر کے بعد ایک رفیق تنظیم کے گھر پر درس قرآن دیا۔ اس کے بعد وہ جہلم تشریف لے گئے۔ وہاں پر تنظیم اسلامی جہلم کے امیر کا چناؤ ہوا۔ بعد ازاں امیر حلقہ نے نقباء وذمہ داران کو ماہانہ رپورٹ اور گوشوارہ پُر کرنے کے حوالے سے ہدایات دیں۔ بعد نماز مغرب واپس گوجر خان پہنچ گئے۔

25 مئی 2011ء کو ناظم حلقہ مقامی ناظم بیت المال کے ہمراہ سوہاوہ کے پہاڑی علاقہ پنگالہ کے مقام پر درس قرآن کے لیے گئے۔ بعد نماز مغرب درس قرآن دیا۔ عشاء کے بعد گوجر خان واپسی ہوئی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہماری اِن کوششوں کو ہمارے لیے توشۂ آخرت بنائے۔ آمین! (رپورٹ: رفیق تنظیم)

تنظیم اسلامی حلقہ بی بیوڑ ضلع دیر بالا کی شب بیداری

تنظیم اسلامی حلقہ بی بیوڑ ضلع دیر بالا کا شب بیداری پروگرام خان آباد مسجد میں منعقد ہوا۔ پروگرام میں مقامی امیر ممتاز بخت اور ملتزم ومبتدی رفقاء عالم زیب، گل داؤد، نیک محمد، شریف بادشاہ، اعجاز احمد، حضرت رحمٰن، لیاقت، ارشاد، حمید اللہ اور احباب نے شرکت کی۔

پروگرام حسب معمول نماز عصر کے بعد شروع ہوا۔ جناب ممتاز بخت نے دینی فرائض کے جامع تصور پر بیان کیا۔ اُن کا انداز بیان سادہ، سلیس اور دلنشین تھا۔ اس نشست کے بعد مذاکرہ ہوا اور پوچھے گئے سوالات کے جوابات دیئے گئے۔ نماز مغرب کے بعد کی نشست میں مسجد کے تمام نمازیوں نے بھی شرکت کی۔ ممتاز بخت نے ایمان، بندگیٔ رب، شہادت علی الناس اور تکبیر رب کے موضوعات پر گفتگو کی اور سیرت طیبہ کی روشنی میں اسلامی انقلاب کا طریقہ کار واضح کیا۔ بعد نماز عشاء عالم زیب نے سیرتِ صحابہؓ کے حوالے سے حضرت مصعب بن عمیرؓ

کی سیرت اور حالات زندگی پر روشنی ڈالی۔ بعدازاں جناب حفیظ الرحمٰن نے سورۃ النور کے آخری رکوع کا درس دیا۔ درس کے بعد مذاکرہ ہوا۔ بعدازاں آرام کا وقفہ ہوا۔ صبح شرکاء بیدار ہوئے تو نماز کے بعد درس قرآن ہوا۔ اس کے ساتھ ہی یہ شب بیداری پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ (مرتب: حمید اللہ)

تنظیم اسلامی نیو ملتان کے زیر اہتمام ماہانہ شب بیداری

28 اور 29 مئی کی درمیانی شب تنظیم اسلامی نیو ملتان کے زیر اہتمام مسجد الہدیٰ میں ماہانہ شب بیداری پروگرام منعقد ہوا۔ اس پروگرام میں مرکزی خطاب امیر حلقہ پنجاب جنوبی محمد طاہر خان خاکوانی نے کیا۔ بعد نماز مغرب امیر حلقہ نے حزب اللہ اور حزب الشیطان کا تقابلی جائزہ پیش کیا اور نہایت دلنشین انداز میں حزب اللہ کے اوصاف گنوائے، اور وہ بنیادیں بتائیں جن پر حزب اللہ تشکیل پاتی ہے۔ یعنی

1۔ اللہ، اُس کے رسول ﷺ اور اہل ایمان کی دوستی۔
2۔ اقامت صلوٰۃ
3۔ ادائیگی زکوٰۃ
4۔ عاجزی

حزب اللہ کے مقابلے میں حزب الشیطان کے کارکنان بھی چند بنیادی اوصاف ذمیمہ کے حامل ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی رکھتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کی بجائے دوسروں، رشتہ داروں سے دلی محبت رکھتے ہیں۔ حزب اللہ اور حزب الشیطان کی کشمکش ہمیشہ جاری رہتی ہے ۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز   چراغِ مصطفویؐ سے شرارِ بولہبی

حالات خواہ کتنے ہی کٹھن ہوں بالآخر کامیابی حزب اللہ ہی کا مقدر ہوتی ہے۔ عشاء کی نماز کے بعد مجتبیٰ قریشی نے درس حدیث دیا۔ مشتاق احمد نے سیرت صحابیاتؓ میں سے حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا کی سیرت اور حالات زندگی سے چند پہلو سامعین کے سامنے رکھے۔

رات کے آخری پروگرام میں بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کے سورۃ العصر پر درس کی ویڈیو دکھائی گئی۔ رات 11 بجے شرکاء کو کھانا پیش کیا گیا۔ کھانے کے بعد تقریباً 45 رفقاء نے الہدیٰ مسجد ہی میں قیام کیا۔ رات کے آخری پہر رفقاء کو تہجد کے لیے جگایا گیا۔ نماز فجر کے بعد بھی اڑھائی گھنٹے پروگرام جاری رہا۔ صبح کے پروگرام میں معتمد عمومی، ناظم دعوت اور ناظم مالیات نے اپنی اپنی رپورٹس پیش کیں اور اختتامی خطاب نقیب اعلیٰ تنظیم اسلامی نیو ملتان جناب محمد شفیق نے کیا۔ ساڑھے سات بجے ناشتا کے بعد یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا، اور تمام ساتھی اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ (مرتب: شوکت حسین انصاری)

حلقہ پنجاب شرقی عارف والا کی دعوتی سرگرمیاں

5 جون 2011ء سے بعد از نماز فجر سبزہ زار بلدیہ ٹاؤن عارف والا میں دورۂ ترجمہ قرآن کا آغاز کیا گیا ہے، جس کا عنوان بیان القرآن پروگرام رکھا گیا ہے۔ نثار احمد شفیق بیان القرآن کی ذمہ داری ادا کر رہے ہیں۔ اس پروگرام میں اوسطاً ساڑھے چار سو خواتین اور ڈیڑھ سو مرد حضرات شریک ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس راستے میں پیش آنے والی مشکلات کو اپنی رحمت وفضل سے آسان فرمائے، ہماری محنت کو قبول فرمائے اور خدمت دین کے لیے مزید ہمت وحوصلہ عطا فرمائے۔ (آمین) (رپورٹ: رفیق تنظیم)

☆☆☆

Dr. Israr so over-shadowed his followers that after him there seems to be void which is difficult to fill. To make the leadership of the party hereditary or on the basis of nomination is something that is hardly acceptable in 21st century. With the inherent shortcomings in his philosophy of change, it seems highly improbable that his Tanzeem would ever be able to reach the goal of establishing a "*Khilafat ala Minhaj-un-Nubuwah*".

Manzoor Ahmad

Appendix 3: Reply from Prof. Khursheed Ahmad

February 02, 2011

Dear Dr. Absar Ahmad
Assalamu Alykum wa Rahmatullah

Thank you very much for your kind letter of January 26, 2011.

You are aware of my love and respect for my departed brother and colleague Dr. Israr Ahmad. I am delighted to note that you are organizing a seminar on his thought and contribution. I wish the event every success.

I have paid my tribute to him in a short note in *Tarjuman-ul-Quran*. May Allah *subhan-u-hu wa ta`ala* bless his soul and give him best of the rewards in Jannah for all the efforts he made to promote the message of our beloved Prophet Syeddena Muhammad ﷺ.

Unfortunately, my health is not in good shape. As such, I am not traveling and even my writing has been drastically affected. You will note that even in *Tarjuman-ul-Quran* I am not able to contribute my own share during the last four months. I hope, in view of this, you will excuse me from participation or contributing any paper to this seminar. However, my best prayers are for the success of this seminar.

With regards

Yours brotherly,
(Prof. Khursheed Ahmad)

that he is perhaps glossing over a basic truth about our religious duties and obligations viz. we are only effort-responsible and not achievement-responsible. Moreover, under the thinly veiled cynicism expressed therein is a whole epistemology and theory of social dynamics advocating the Western rationalistic/liberal point of view. As a counter to this, I would like to cite the example of Deleuze --- acclaimed as the greatest European philosopher of the 20th century --- who committed suicide in utter dismay for failing to resolve many vexed issues, thus clearly vindicating utter failure of the Enlightenment project. Prof. Khursheed Ahmad acknowledged my letter but expressed his inability to attend the Seminar and very kindly conveyed good wishes (*appendix 3*).

Appendix 1: Condolence letter from Dr. Manzoor Ahmad

جناب حافظ عاکف سعید صاحب

السلام علیکم!

کل اسرار صاحب کی رحلت کی خبر ملی۔ کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ! لیکن عزیزوں اور دوستوں کے جانے کا افسوس زیادہ ہوتا ہے۔ اسرار صاحب سے میری رفاقت نصف صدی سے زیادہ پرانی تھی اور اگرچہ ہم دونوں کے راستے تھوڑے سے مختلف ہو گئے تھے لیکن ہم دونوں کی منزل ایک ہی تھی۔ کراچی میں ایک مرتبہ خصوصی طور پر انہوں نے میری درخواست پر میرے گھر ہونے والی ایک نشست سے خطاب کیا اور بڑی خندہ پیشانی سے لوگوں کے تیکھے سوالات کے جواب دیے۔ ہم دونوں کا آپس کا عزت و احترام کا رشتہ باقی رہا۔ ان کو خداوند تعالیٰ نے بے شمار قائدانہ صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں۔ انہوں نے تن تنہا ایک بڑی تحریک کی بنیاد رکھی اور اس کو پروان چڑھایا۔ مجھے امید ہے کہ ان کے اہل وارثوں کے ہاتھ یہ مزید پھل پھول لائے گی۔ خدا اسرار صاحب کو اعلیٰ علیین میں جگہ مرحمت فرمائے اور آپ سب لوگوں کو صبر جمیل عطا کرے!

ابصار صاحب کو میری طرف سے تعزیت کا پیغام پہنچا دیں۔ اسرار چلے گئے' ہم سب اپنی باری کے منتظر ہیں۔ خدا ہم سب کا انجام بخیر کرے!

والسلام

ڈاکٹر منظور احمد' کراچی

Appendix 2: Testament of Dr. Manzoor Ahmad

DR. ISRAR AHMAD

I came to know Dr. Israr Ahmad during my Jamiat days. He was elected as Nazim-e-A`la of the organization and I was a member in Karachi. Dr. Israr showed his leadership qualities right from the very beginning. He firmly believed in whatever position he took on various issues and always succeeded in convincing others to agree with him. He retained this drive and forcefulness right until the end of his life. He was bold enough to take a position on what he considered right and justifiable by arguments. Since his Jamiat days until the end of his life, he had a firm conviction in the methodology of establishing an Islamic state propounded by Maulana Maududi. Maulana himself, he thought, deviated from his original position and that was the reason for his resigning from the Jamaat. Jamaat's initial philosophy of nurturing a critical mass of *musalmans* sufficient to bring about change in the society was, he thought, abandoned by the Jamaat, by taking part in the general elections. Contemporary elections are never a right method for him. He left Maududi when the Jamaat decided to take part in the elections and retained the pristine originality of Maududi's thought. It necessitated him to form a party of his own which was known as Tanzeem-e-Islami; the basic principles of its membership were almost the same as were adopted by the Jamaat-e-Islami. Dr. Israr never deviated from the original position not only because of his strong conviction but also because he thought he had reached the pinnacle of his intellectual growth and had mastered the principles of historical changes in society.

Dr. Israr was an aggressive orator and could speak for hours with the same cadence. After he established his Tanzeem-e-Islami, he started publishing regularly books and monthly magazine in which he propounded his ideology. Though he can be accused of taking history and historical changes too simply, he, nevertheless vehemently advocated the line of argument that he developed for his position and which was readily acceptable by the Muslim philistine society. The intellectual class, both local and international dubbed him as one of the so-called "modern" revivalist, the practicality of which was doubtful.

Dr. Absar Ahmad

TWO PALS --- TWO RADICALLY OPPOSING THOUGHT-ORIENTATIONS

Being active members of Islami Jamiat Talaba, Manzoor Ahmad, Khursheed Ahmad and Israr Ahmad (while studying at the university and medical college in the early 1950's) were comrades and shared the Islamic revivalist mission presented cogently and convincingly by Maulana Maududi. However, later on, the three followed different courses and earned fame and acknowledgement in their own deliberately opted life ventures. In addition to school education before the emergence of Pakistan, Manzoor Ahmad also attended a religious seminary at Rampur for a short spell and thus had some grounding in Arabic and traditional religious disciplines. After getting his masters in philosophy, Manzoor Ahmad got teaching assignment in the Philosophy Department of Karachi University where he was recognized as a competent lecturer and researcher. In 1963, he proceeded to England for pursuing a doctorate and three years stay there proved a watershed in his life and thought. He came back as a completely changed person both physically and mentally. Previously he sported a beard, but was clean-shaved on his return. Gradually, in addition to being a University professor, Dr. Manzoor Ahmad established himself as an intellectual with liberal and modernist orientation in cultural, social and academic seminars and TV talk shows. Going off on a tangent, he reinterpreted the basic theistic beliefs of Islam in a number of writings in excessively rationalistic (and therefore deistic!) terms and in matters of Law and Shariah, instead of the earlier held traditional textualist stance, he advocated a contextualist position justifying a radically changed (ijtehadized!) version of Quranic precepts and punishments. In a way, along with Dr. Fazal-ur-Rahman, Dr. Manzoor Ahmad set the trend for the so-called reformist Islam that was developed more explicitly by western educated Muslim intellectuals like Dr. Fazal-ur-Rahman, M. Arkoun, Basam Tibi, Tariq Ramadan, to name a few.

Prof. Khursheed Ahmad, after serving for a decade or so as lecturer in Economics Department of Karachi University, also traveled to England for higher studies and research in the subject. Being an English translator of Maulana Maududi's works, he was, in addition to Economics, already exposed to social sciences and international affairs. Throughout his stay in the West, he consistently exhibited commitment to Islamic cause and played pioneering role in starting several European Muslim initiatives in the form of institutions, foundations and councils for Islamic dawah and propagation work, the most productive of these being the well-known multi-project Islamic Foundation of Leicester (U.K.). Presently, he is a Jamaat-e-Islami member for the Senate, Chief Editor of monthly *Tarjuman-ul-Quran*, Patron of IPS (Islamabad), Chairman of Board of Governors UMT (Lahore) etc.

I requested both these old friends and comrades of late Dr. Israr Ahmad to write something, for the *Quranic Mahazaraat* held in last March, on the mission, thought and strategy of change that he so consistently expounded and pursued for about six decades. Given below are the responses that I received from them. Dr. Manzoor Ahmad's condolence message is also being published here for the first time (*appendix 1*). In the last part of his brief statement (penned down on 4th February 2011 in response to my request for a longer article), he *inter alia* evinces his pessimism about the success of Dr. Israr Ahmad's Islamic revivalist endeavour. (*appendix 2*). However, May I remind him here